اللہ یجتبی الیہ من یشاء ویہدی الیہ من ینیب

الحمد للہ علی احسانہ کہ درین ایام میمنت التیام کتاب لاجواب نتائج افکار عالی ہمم

سلک مروارید

ترجمہ

عقد الجید

من تصنیف عالم نبیل فاضل جلیل آیۃ من آیات اللہ

تصحیح تمام و تنقیح مالاکلام باہتمام جناب مولوی حافظ محمد عبد الاحد صاحب ماہ ربیع الاول سنہ ۱۳۱۰ھ

در مطبع مجتبائی واقع دہلی مطبوع شد

مختصر فہرست کتب خانہ تجارۃ مطبع مجتبائی دہلی

بخاری شریف مصطفائی نقل آں محمد
ایضاً مع حاشیہ سندھی مصری دو جلد
قسطلانی شرح بخاری کامل دس جلد [illegible]
قسطلانی مصری دبرحاشیہ صحیح مسلم مع نووی
صحیح مسلم مع نووی — انصاری دہلی
ابوداؤد محشی — کشوری
ابن ماجہ محشی — فاروقی
ایضاً مطبوعہ صدیقی
ترمذی مع شمائل نبوی مجتبائی باضافہ فہرست
ابواب نہایۃ صحیح و [illegible] محشی
نسائی شریف مع شرح زہر الربیٰ نظامی
موطا امام مالک محشی مجتبائی
فتح الباری شرح بخاری مصری
ایضاً مطبوعہ انصاری
موطا امام محمد محشی از مولوی عبدالحی صاحب مرحوم
مشکوۃ شریف محشی مع اکمال فی اسماء الرجال
مطبوعہ مجتبائی دہلی
شرح معانی الآثار للطحاوی مصطفائی
شفاء قاضی عیاض — مصری —
نیل الاوطار امام محمد شوکانی

کنوز الحقائق فی حدیث خیر الخلائق
ادب المفرد از امام بخاری
روضۃ الندیہ شرح درر بہیہ
آثار امام محمد
بلوغ المرام
مسند امام اعظم مع شرح ملا علی قاری
مسند امام شافعی رح
تیسیر الوصول الی جامع الاصول
الفیۃ العراقی —
نخبۃ الفکر مع شرح محشی مجتبائی
موضوعات کبیر ملا علی قاری
موضوعات صغیر
تعقبات سیوطی علی موضوعات ابن جوزی
مجموعہ ذیل اللآلی للسیوطی
کشف الاحوال فی نقد الرجال اردو
عبدالوہاب الشعرانی — والمقاصد الحسنہ
فی الاحادیث المشتہرۃ علی الالسنۃ للسخاوی
اللآلی المصنوعۃ فی احادیث الموضوعۃ
للسیوطی —
تقریب التہذیب فی اسماء الرجال مع حاشیہ مفتی

فتح المغیث بشرح الفیۃ الحدیث
میزان الاعتدال فی نقد الرجال
نصب الرایۃ فی تخریج احادیث الہدایۃ
ایضاً لابن حجر عسقلانی
الجواب الکافی لمن سأل عن الدواء الشافی
[illegible] آمین گناہ [illegible] سے بچنے اور
اسکی خرابیوں کا بیان ہے
تنبیہات ابن حجر عسقلانی مترجم اردو
کتاب الحج
بستان المحدثین
کشف الغمہ عن جمیع الامہ از عبدالوہاب
شعرانی مصری
موضوعات کبیر مترجم
موضوعات شوکانی مترجم
باجوری علی شمائل نبوی مصری
شرح [illegible] القاری مصری
مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوۃ المصابیح
ملا علی قاری مطبوعہ مصر
جلاء العینین فی محاکمۃ الاحمدین
بستان فقیہ ابو اللیث مترجم اردو

منازل الابرار فی الادعیۃ والاذکار
حصن حصین محشی [illegible]
ماثبت بالسنہ مع ترجمہ
اردو با محاورہ زیر متن بر حاشیہ
حل لغات مطبوعہ مجتبائی دہلی
مسوی مع مصفی کامل اردو دو جلد
مشارق الاخبار ترجمہ بخاری
لباب الاخبار مترجم
تیسیر القاری شرح بخاری
تا پارہ پنجم ششم زیر طبع
اشعۃ اللمعات ترجمہ مشکوۃ فارسی
صراط مستقیم شرح سفر السعادۃ
عجالہ نافعہ اصول حدیث از
شاہ عبدالعزیز مع ترجمہ
شرح سفر السعادت —
چہل حدیث مترجم اردو
تسخیر شرح چہل حدیث منظوم
مطبوعہ مجتبائی دہلی —
بلوغ المرام مترجم اردو
فیض الباری ترجمہ صحیح بخاری

بعض مواقع مین اسم مظہر کو ضمیر کے جگہ رکھنا **پنجم** عبارت قصہ طلب مین اُس قصہ کو ذکر کرنا **ششم**
اگر تلمیح آیۃ اور حدیث کی طرف ہو تو اُس آیۃ یا حدیث کو بیان کرنا **ہفتم** بعض جا مطلق کو مقید کرنا اور مقید کو
مطلق **ہشتم** مجمل اور مبہم کی تفسیر کرنا **نہم** اگر ترکیب کلام غور طلب ہو تو اسکو بیان کرنا **دہم** محذوف
اور مقدر کا ذکر کر دینا۔ **یازدہم** محاورہ اردو کے لحاظ سے الفاظ کو مقدم و موخر کرنا **دوازدہم** مضامین
مختلفہ کو ایک دوسرے سے جدا کرنا۔ اور اسی طرح کی بیسیون باتون سے مطلب سمجھ مین آتا ہے ترجمہ
تحت اللفظ مین اکثر باتین ان مین سے نہین ہو سکتین سو بحمد اللہ مینے ان سب باتون کو ملحوظ رکھا ہے اور
مشکل عبارات اور تلمیحات کو حواشی سے واضح کیا ہے اور عبارت عربیہ کو صفحہ کے داہنی طرف اور ترجمہ
کو بائین طرف لکھا ہے اور عبارت عربی کو اپنی دانست مین کئی نسخون قلمی اور مطبوع سے صحیح کیا ہے اور
نشان ضمائر اور رموز عطف و صفت و تعلق بھی جا بجا کر دئے کہ عربی عبارت کا سمجھنا بھی آسان ہو جاوے

اب قطعہ تاریخ ختم ترجمہ ہدیۂ ناظرین ہے

قطعہ

فضل اور توفیق یزدانی سے عقد الجید کا — جانفشانی سے کیا جب مینے پورا ترجمہ
مصرعہ تاریخ کا ہاتف نے آ کے یہ کہا — سلک مروارید ہے دیکھا و زیبا ترجمہ

١٣٠٦

امید ناظرین انصاف پسند سے یہ ہے کہ بعد ملاحظہ ترجمہ کے دعاء
خیر سے یاد فرماوین اور سہو و خطا کو معاف کرین و آخر
دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین وصلی اللہ
تعالیٰ علی خیر خلقہ محمد وآلہ و
اصحابہ اجمعین ++
سنہ ١٣٠٦ ہجری

فقط

دیباچہ مترجم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ الوحید الفرید الذی ہو مبدء و معید والصلوٰۃ والسلام علی سیدنا محمد المحمود الحمید الذی اتباعہ وحبہ للمؤمنین زینۃ وتفاخر کعقد الجید وعلی آلہ واصحابہ واشیاعہ الذین نالوا اقصی المراتب من التوحید وعلی علماء امتہ الذین شادوا للعوام اساس التقلید۔ لیکونوا علی بصیرۃ من امر دینہم واحتیاط مزید۔ مالم یجالفوا فی ذلک السنۃ المحکم والقرآن المجید **بعد** اسکے احقر زمن **محمد احسن** صدیقی نانوتوی ارباب بینش کی خدمت مین عرض کرتا ہے کہ پہلے اس سے حسب فرمائش عزیز از جان مولوی عبد الاحد سلمہ الصمد کے رسالہ انصاف فی بیان سبب الاختلاف مؤلفہ آیۃ من آیات اللہ حضرت شیخ المشائخ شاہ ولی اللہ محدث دھلوی کا ترجمہ زبان اردو مین کیا گیا تھا اُسکے بعد عزیز موصوف نے دوسرے رسالہ عقد الجید فی احکام الاجتہاد والتقلید کے ترجمہ کی استدعا کی بپاس خاطر اُن کے اس کا ترجمہ بھی کیا گیا اور نام اس ترجمہ کا **سلک مروارید** رکھا یہان ایک بات قابل گذارش ہے کہ جن لوگون نے تحریر جناب شاہ صاحب قدس سرہ پر نظر ڈالی ہے اُن پر منکشف ہوگا کہ حضرت ممدوح کو عبارت متین لکھنے کا ملکہ راسخہ ہے اور ہر ایک جملہ مضمون با قل ودل ادا کر رہا ہے ایسی عبارت دقیق کا ترجمہ تحت لفظ کارآمد نہین اسیلئے کہ غرض ترجمہ سے مطلب کا سمجھنا ہے اور مشکل عبارت کے ترجمہ کا مطلب بہت سی باتون کی توضیح سے معلوم ہوتا ہے۔ **اول** ضمیرون اور اشارات کے مشتبہ ہونیکی صورت مین مرجع اور مشار الیہ کا بیان کرنا **دوم** تقدیم و تاخیر کلمات کیوجہ سے جو تعقید لفظی یا معنوی ہو اسکو دور کرنا **سوم** مبتدا اور خبر مین یا فعل اور فاعل مین یا شرط و جزا مین یا معطوف اور معطوف علیہ مین یا کسی اور لازم و ملزوم مین اگر فاصلہ اجنبی پڑجاے اسکو رفع کرنا **چہارم**

عبارت عربی

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

الحمد لله الذی بعث سیدنا محمد الی العرب
والعجم لیستضیئوا به فی الظلمات
وینال بسببه معالی المقامات من کان
من اهل عوالی الهمم واشهد ان لا اله
الا الله وحده وان محمدا عبده
ورسوله الذی لا نبی بعده
صلی الله تعالے علیه وآله
وصحبه
وبارک
وسلم

وبعد فیقول العبد الضعیف المفتقر
الی رحمة ربه الکریم ولی الله بن عبد الرحیم
صانه الله تعالے عما شانه

ترجمہ اُردُو

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سب تعریفین اللہ کو سزاوار ہین جسنے ہمارے سردار
محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو عرب اور عجم کی طرف نبی
سب کا بھیجا تا کہ یہ لوگ اُن کے ذریعہ سے جہالت
کی تاریکیون مین نور حاصل کرین اور اُن کے فیض
تعلیم کی وجہ سے بلند مقامون پر پہنچین جو لوگ
کہ بلند حوصلے رکھتے ہون اور مین گواہی دیتا ہون
اس بات کی کہ کوئی معبود برحق نہین سوائے خدا کے
کہ وہ یکتا ہے اور اس بات کی کہ محمد اُس کے بندے
اور رسول ہین جن کے بعد کوئی پیغمبر نہین رحمت اور
برکت اور سلام بھیجے اللہ تعالے اُنپر اور اُن کی
اولاد اور اُن کے یارون پر۔

بعد حمد و صلوٰۃ کے کہتا ہے بندۂ ناتوان محتاج اپنے
پروردگار کریم کی رحمت کا ولی اللہ بن عبد الرحیم مغفور کہ
اللہ تعالی اُس کو ان باتون سے جو اُس کو عیب لگاوین

فہرست رسالۂ سلک مروارید ترجمہ عقد الجید فی احکام الاجتہاد والتقلید

يظن من ان المجتهد لا يوجد فی هذه الازمنه اعتمادا علے الظن الاول بناءً فاسداً علی فاسد

وشرطه انه لا بد له ان يعرف من الكتاب والسنة ما يتعلق بالاحكام ومواقع الاجماع وشرائط القياس وكيفية النظر وعلم العربية والناسخ والمنسوخ وحال الرواة ولا حاجة الی الكلام والفقه قال الغزالی انما يحصل الاجتهاد فی زماننا بممارسة الفقه وهی طريق تحصيل الدراية فی هذا الزمان ولم يكن الطريق فی زمن الصحابة رض ذلك قلت هذا اشارة الی ان الاجتهاد المطلق المنتسب دیم الامعرفة نصوص المجتهد المستقل وكذلك لا بد للمستقل من معرفة كلام من مضى من الصحابة والتابعين وتبعهم فی ابواب الفقه وهذا الذی ذكرنا من شرط الاجتهاد مبسوط فی كتب الاصول ولا بأس ان يورد كلام البغوی فی هذا الموضع قال البغوی والمجتهد من جمع خمسة انواع من العلم علم كتاب الله عز وجل وعلم سنة رسول الله صلے الله عليه واله وسلم

یہ گمان کرتیہے کہ مجتہد اس زمانہ مین نہین پا یاجاتا بلحاظ اعتماد کرنے کے گمان اول پر تو یہ گمان بنا فاسد بر فاسد ہے۔

اور اجتہاد کی شرط یہ ہے کہ اجتہاد والے کو ضرور ہے کہ قرآن وحدیث اسقدر جانتا ہو جو احکام سے متعلق ہے اور اجماع کے موقعون اور قیاس صحیح کی شرطون اور نظر کی کیفیت اور علم عربیت اور ناسخ اور منسوخ اور راویان کے حال سے واقف ہو اور اجتہاد مین علم کلام اور فقہ کی کچھ حاجت نہین لیکن امام غزالی رہ نے کہا ہے کہ ہمارے زمانے مین اجتہاد بدون مشق فقہ کے حاصل نہین ہوتا اور مشق فقہ ہی فہم مسائل کے حاصل کرنے کا طریق اس زمانے مین ہے اور یہ طریق صحابہ رض کے وقت مین نہ تھا مین کہتا ہون کہ غزالی کا قول اشارہ اس بات کی طرف ہے کہ اجتہاد مطلق منتسب جب پیدا ہوتا ہے کہ تصریحات مجتہد مستقل پر منتسب کو واقفیت حاصل ہو اور اسیطرح مجتہد مستقل کے لئے ضرور ہے کہ سلف یعنی صحابہ و تابعین اور تبع تابعین کے کلام سے فقہ کے ابواب مین واقف ہو اور یہ جو ہم نے اجتہاد کی شرط ذکر کی ہے اصول کی کتابون مین مشروح موجود ہے اور کچھ مضائقہ نہین کہ بغوی کا قول اس مقام مین یعنی بیان شرط اجتہاد مین ذکر کیا جاتا ہے۔ بغوی نے کہا ہے کہ مجتہد وہ عالم ہے کہ پانچ طرح کے علم کا حاوی ہو اول علم کتاب اللہ یعنے قرآن مجید کا دوم علم حدیث رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم

واصلح باله وحاله وشانه هذه رسالة
سميتها **عقد الجيد في**
احكام الاجتهاد والتقليد
حملني على تحريرها سوال بعض الاصحاب عن
مسائل مهمة في ذلك الباب

باب في بيان حقيقة الاجتهاد وشرطه واقسامه

حقيقة الاجتهاد على ما يفهم من كلام العلماء استفراغ الجهد
في ادراك الاحكام الشرعية الفرعية من
ادلتها التفصيلية الراجعة كلياتها
الى اربعة اقسام الكتاب والسنة والاجماع
والقياس ويفهم من هذا انه اعم من ان
يكون استفراغا في ادراك حكم ما سبق
التكلم فيه من العلماء السابقين او لا
وافقهم في ذلك او خالف ومن ان يكون
ذلك باعانة البعض في التنبيه على صور
المسائل والتنبيه على ماخذ الاحكام من
الادلة التفصيلية او بغير اعانة منه فما
يظن فيمن كان موافقا لشيخه في اكثر
المسائل لكنه يعرف لكل حكم
دليله ويطمئن قلبه بذلك الدليل
وهو على بصيرة من امره انه
ليس بمجتهد
ظن فاسد وكذلك ما

اور درست فرماوے اُس کے دل اور حال اور کام
کو کہ یہ ایک رسالہ ہے جسکا نام میں نے عقد الجید فی
احکام الاجتہاد والتقلید رکھا مجکو اُس کے لکھنے کا باعث
بعض یاروں کا سوال ہوا جنھوں نے مسائل ضروری
اجتہاد و تقلید کے دریافت کیے۔

باب اوّل بیان میں اجتہاد کی تعریف اور اُسکی شرط اور اقسام کے

اجتہاد کی تعریف جو کلام علما سے سمجھی جاتی ہے یہ ہے
کہ خوب محنت کرنا دریافت کرنے میں شریعت کے احکام
فرعی کو اُنکی تفصیلی دلیلوں سے جنکی کلیات کا مآل
چار قسم پر ہے یعنی کتاب و سنت اور اجماع اور قیاس
(حاصل یہ کہ احکام فرعی کو ان چاروں اصل کی [illegible]
کے ساتھ دریافت کرنے کا نام اجتہاد ہے) اور [illegible]
ہی کہ اجتہاد اس سے عام ہے کہ [illegible]
ہوئی ہو جسمیں علماء سلف کی گفتگو [illegible]
اس اجتہاد میں علماء سابق کا موافق ہوا ہو یا [illegible]
نیز اس سے عام ہے کہ یہ اجتہاد کسی کی اعانت سے [illegible]
مثلاً کسی نے مسائل کی صورتوں کو بتا دیا ہو اور [illegible] احکام
دلائل تفصیلی سے اشارہ کر دیا ہو یا کسی کی اعانت [illegible]
پھر اب جو گمان کیا جاتا ہے [illegible] شخص [illegible]
مسائل میں اپنے امام سے موافق ہو لیکن [illegible]
کی دلیل جانتا ہو اور اس دلیل پر اُسکا دل [illegible] اپنا
کام کو سمجھ بوجھ کر کرتا ہو کہ وہ مجتہد نہیں ہے تو یہ گمان
اُس شخص کے حق میں گمان فاسد ہے اور [illegible]

لان الخطاب ورد بلسان العرب فمن لم
يعرف لا يقف على مراد الشارع ويعرف
اقاويل الصحابة والتابعين في الاحكام
ومعظم فتاوى فقهاء الامة حتى لا يقع
حكمه مخالفا لاقوالهم فيكون فيه خرق
الاجماع واذا عرف من كل من هذه الانواع
معظمه فهو حينئذ مجتهد ولا يشترط
معرفة جميعها بحيث لا يشذ عنه شئ
منها واذا لم يعرف نوعا من هذه الانواع
فسبيله التقليد وان كان متبحرا في
مذهب واحد من احاد ائمة السلف
فلا يجوز له تقلد القضاء ولا الترصد
للفتيا واذا جمع هذه العلوم وكان مجانبا
للاهواء والبدع متدرعا بالورع
محترزا عن الكبائر غير
مصر على الصغائر جاز له
ان يتقلد القضاء ويتصرف في
الشرع بالاجتهاد والفتوى
ويجب على من لم يجمع هذه
الشرائط تقليده فيما يعن
له من الحوادث

انتهى كلام البغوي

اسلیئے کہ خطاب شریعت عربی زبان مین وارد ہوا ہے
تو جو شخص عربی نجانیگا وہ شارع علیہ السلام کا مقصود
نہ پہچانیگا اور اقوال صحابہ اور تابعین مین سے اسقدر جانے
جو در باب احکام منقول ہین اور بڑا حصہ اُن فتوون کا
جانے جو امت کے فقہا نے دیئے ہون تاکہ اُس کا حکم
مخالف سلف کے اقوال کے نہ پڑے ورنہ اس صورت مین
اجماع کی مخالفت ہوگی۔ اور جب ان پانچون اقسام
کے علمون مین سے بڑا حصہ جانتا ہوگا تو وہ شخص اس
وقت مجتہد ہوگا اور یہ شرط نہین کہ سب علمون کو
بالکل جانتا ہو حتی کہ کوئی چیز اُن علوم کی اُس سے باقی
نہ رہے۔ اور اگر ان علوم پنجگانہ مین سے ایک قسم
سے بھی ناواقف ہو تو اُس کی سبیل دوسرے کی
تقلید کرنا ہے اگرچہ وہ شخص ایک مذہب مین کسی کے
ائمہ سلف مین سے ماہر کامل ہو تو ایسے شخص کو عہدہ
قضا اختیار کرنا اور فتوی دینے کا امیدوار ہونا درست
نہین۔ اور جس صورت مین کہ ان پانچون علوم کا جامع
اور خواہشون نفسانی اور بدعتون سے علیحدہ ہو
اور ورع و تقوی کو شعار بنایا ہو اور کبیرہ گناہون
سے محترز ہو اور صغیرہ پر اصرار نہ رکھتا ہو تو اسکو قاضی
ہونا اور اپنے اجتہاد سے شرع مین تصرف کرنا جائز ہے
اور اُس شخص پر جو ان شرطون کا جامع نہین تقلید
کرنی شخص جامع کی واجب ہے اُن حادثون مین کہ اسکو
پیش آوین تمام ہوا کلام بغوی کا۔

وعلم اقاويل علماء السلف من اجماعهم واختلافهم وعلم اللغة وعلم القياس وهو طريق استنباط الحكم عن الكتاب والسنة اذا لم يجده صريحا فى نص كتاب او سنة او اجماع فيجب ان تعلم من علم الكتاب الناسخ والمنسوخ والمجمل والمفسر والخاص والعام والمحكم والمتشابه والكراهة والتحريم والاباحة والندب والوجوب ويعرف من السنة هذه الاشياء ويعرف منها الصحيح والضعيف والمسند والمرسل ويعرف ترتيب السنة على الكتاب وترتيب الكتاب على السنة حتى لو وجد حديثا لا يوافق ظاهره الكتاب يهتدى الى وجه محمله فان السنة بيان الكتاب ولا تخالفه وانما يجب معرفة ما ورد منها فى احكام الشرع دون ما عداها من القصص والاخبار والمواعظ وكذلك يجب ان يعرف من علم اللغة ما اتى فى كتاب او سنة فى امور الاحكام دون الاحاطة بجميع لغات العرب وينبغى ان يتحرى فيها بحيث يقف على مرام كلام العرب فيما يدل على المراد من اختلاف المحال والاحوال

سوم علم علماء سلف کے اقوال کا کہ اُن کا اتفاق کس قول پر ہے اور اختلاف کس قول میں چہارم علم لغت عربی کا پنجم علم قیاس کا اور قیاس طریقہ حکم کے نکالنے کا قرآن اور حدیث سے ہے جس صورت میں کہ حکم مذکور صریح قرآن یا حدیث یا اجماع کے نصوص میں مجتہد نپاوے (اب ان پانچوں علموں کی مقدار مفصل معلوم کرنی چاہیئے کہ مجتہد کو ہر ایک علم کتنا چاہیئے) تو قرآن کے علم میں سے اُسپر ان باتوں کا جاننا واجب ہے ناسخ اور منسوخ مجمل اور مفسر خاص اور عام محکم اور متشابہ کراہت اور تحریم اباحت اور استحباب اور وجوب کا جاننا اور حدیث میں سے ان اشیاء مذکورہ کا جاننا اور نیز صحیح حدیث اور ضعیف اور مسند اور مرسل کا جاننا اور حدیث کا مرتب کرنا قرآن پر اور قرآن کا حدیث پر جاننا حتی کہ اگر کوئی ایسی حدیث پاوے جس کا ظاہر موافق قرآن کے نہو تو اُسکی مطابقت کیصورت کا سُراغ لگا سکے کیونکہ حدیث بیان قرآن مجید کا ہے مخالف قرآن نہیں کہ مطابقت نہو سکے اور احادیث میں سے صرف اُن حدیثوں کا جاننا واجب ہے جو شرعی احکام کے بارہ میں وارد ہوئی ہیں نہ ان کے سوا اور حدیثوں کا جاننا جنمیں حکایات اور اخبار اور نصائح مذکور ہیں اسیطرح زبان عربی کے اُن الفاظ کا جاننا واجب ہے جو قرآن خواہ حدیث کے احکامی امور میں واقع ہوئے ہیں نہ یہ کہ لغت عربی کو جانے اور بہتر یہ ہے کہ لغت دانی میں اتنی محنت کرے کہ عرب کے کلام کے مقصود سے واقف ہو جاوے اسطرح کہ اختلاف مواقع اور حالات کیوجہ سے کلام مذکور سے پیدا ہوتی ہے

واما الذی هو دونه فی المرتبة فهو مجتهد
فی المذهب وهو مقلد لامامه فیما ظهر
فیه نصه لکنه یعرف قواعد امامه وما
بنی علیه مذهبه فاذا وقعت حادثة لم یعرف
لامامه فیها نصا اجتهد فیها علی مذهبه
وخرجها من اقواله وعلی منواله ودونه
فی المرتبة مجتهد الفتیا وهو المتبحر فی مذهب
امامه المتمکن من ترجیح
قول علی آخر ووجه من وجوه
الاصحاب علی آخر
والله اعلم

باب ۲ فی بیان اختلاف المجتهدین

اختلفوا فی تصویب المجتهدین فی المسائل
الفرعیة التی لا قاطع فیها هل
کل مجتهد فیها مصیب او المصیب
فیها واحد وقال بالاول الشیخ ابو الحسن
الاشعری والقاضی ابو بکر وابو یوسف
ومحمد بن الحسن وابن شریح ونقل
عن جمهور المتکلمین من الاشاعرة
والمعتزلة فی کتاب الخراج لابی یوسف
اشارات الی ذلک تقارب التصریح

اور جو عالم کہ مجتہد مطلق سے مرتبہ مین کم ہو وہ مجتہد فی المذہب
ہے ایسا شخص اپنے امام کی تقلید کرتا ہے اُن مسائل مین جنکے
اندر تصریح امام کی ظاہر ہو لیکن وہ اپنے امام کے قواعد
کو اور اُن باتون کو جن پر امام نے اپنا مذہب مبنی کیا ہے
جانتا ہے تو جب کوئی واقعہ ایسا پیش آتا ہے کہ اُسکے
باب مین اپنے امام کا صریح قول نہین جانتا تو اُس مین
امام کے مذہب کے طور پر اجتہاد کرکے اُس کے اقوال سے
اور اُسی کے ڈھنگ پر اُس واقعہ کا حکم نکالتا ہے
اور جو عالم مجتہد فی المذہب سے بھی رتبہ مین کم ہو
وہ مجتہد فی الفتویٰ ہے ایسا شخص اپنے امام کے مذہب
سے واقف کامل ہوتا ہے اور ایک قول کو دوسرے پر
اور ایک صورت کو امام کے شاگردون کی صورتون
مین سے دوسری پر ترجیح دے سکتا ہے واللہ اعلم

باب دوم بیان مین مجتہدون کے اختلاف کے

جنکے کسی حکم مین علما نے اختلاف کیا ہے مجتہدون کے حکم کے صواب
کہنے مین دربارہ اُن مسائل فرعی کے جن مین حکم قطعی نہین
اور اختلاف اسی طرح ہے کہ آیا ہر مجتہد اس مسئلہ کے
حکم بیان کرنے مین صواب پر ہے یا صواب پر صرف ایک ہے
دونون کے برصواب ہونیکے قائل یہ لوگ ہین شیخ ابوالحسن
اشعری اور قاضی ابو بکر اور ابو یوسف اور محمد بن حسن
اور ابن شریح اور اشعری متکلمین کے جمہور اور نیز معتزلہ
سے بھی منقول ہے اور ابو یوسف کی کتاب خراج مین چند
اشارے اسکی طرف ہین جو قریب تصریح کے ہین ۔

وَقَدْ صَرَّحَ الرَّافِعِيُّ وَالنَّوَوِيُّ وَغَيْرُهُمَا
مِمَّنْ لَا يُحْصَى كَثْرَةً أَنَّ الْمُجْتَهِدَ
الْمُطْلَقَ الَّذِي مَرَّ تَفْسِيرُهُ عَلَى قِسْمَيْنِ
مُسْتَقِلٌّ وَّمُنْتَسِبٌ وَيَظْهَرُ مِنْ كَلَامِهِمْ أَنَّ
الْمُسْتَقِلَّ يَمْتَازُ عَنْ غَيْرِهِ بِثَلَاثِ خِصَالٍ
أَحَدُهَا التَّصَرُّفُ فِي الْأُصُولِ الَّتِي عَلَيْهَا
بِنَاءُ مُجْتَهِدَاتِهِ وَثَانِيَتُهَا تَتَبُّعُ الْآيَاتِ وَ
الْأَحَادِيثِ وَالْآثَارِ لِمَعْرِفَةِ الْأَحْكَامِ الَّتِي سُبِقَ
بِالْجَوَابِ فِيهَا وَاخْتِيَارُ بَعْضِ الْأَدِلَّةِ الْمُتَعَارِضَةِ
عَلَى بَعْضٍ وَّبَيَانُ الرَّاجِحِ مِنْ مُحْتَمَلَاتِهِ وَالتَّنْبِيهُ
لِمَأْخَذِ الْأَحْكَامِ مِنْ تِلْكَ الْأَدِلَّةِ وَالَّذِي
نَرَى وَاللّٰهُ أَعْلَمُ أَنَّ ذٰلِكَ ثُلُثَا عِلْمِ الشَّافِعِيِّ
رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ وَالثَّالِثُ
الْكَلَامُ فِي الْمَسَائِلِ الَّتِي
لَمْ يُسْبَقْ بِالْجَوَابِ فِيهَا أَخْذًا
مِنْ تِلْكَ الْأَدِلَّةِ

وَالْمُنْتَسِبُ مَنْ سَلَّمَ أُصُولَ شَيْخِهِ وَاسْتَعَانَ
بِكَلَامِهِ كَثِيرًا فِي تَتَبُّعِ الْأَدِلَّةِ وَالتَّنَبُّهِ
لِلْمَأْخَذِ وَهُوَ مَعَ ذٰلِكَ مُسْتَيْقِنٌ
بِالْأَحْكَامِ مِنْ قِبَلِ أَدِلَّتِهَا قَادِرٌ عَلَى
اسْتِنْبَاطِ الْمَسَائِلِ مِنْهَا قَلَّ ذٰلِكَ مِنْهُ
أَوْ كَثُرَ وَإِنَّمَا يُشْتَرَطُ الْأُمُورُ الْمَذْكُورَةُ
فِي الْمُجْتَهِدِ الْمُطْلَقِ

اور رافعی اور نووی اور ان دونوں کے سوا اوروں نے
جو کثرت کے لحاظ سے شمار نہین ہوسکتے تصریح کی ہے
کہ مجتہد مطلق جسکی تفسیر گذر چکی دو قسم ہے اول مستقل
دوم منتسب اور عالمون کے کلام سے ظاہر ہوتا ہے کہ مجتہد
مستقل دوسرون سے تین باتون مین ممتاز ہوتا ہی اول
تصرف کرنا اُن قواعد مین جنپر اُسکے اجتہادی مسائل
کی بنا ہے یعنی جن سے فقہی مسائل نکالے ہین۔ دوسرے
تلاش کرنا آیات و احادیث و آثار کا اُن احکام کے پہچانے
کو جنکا جواب پہلے ہو چکا ہے اور متعارض دلیلون مین سے
کسی کو دوسری پر اختیار کر لینا اور اُسکے معانی جتنے
ہوسکتے ہین اُن مین سے راجح کو بیان کر دینا اور ان
دلیلون مین سے احکام فقہی کے ماخذ پر مطلع ہونا۔ اور
ہماری رائے مین واللہ اعلم یہ دوسری بات امام شافعی رح
کے علم کی دو تہائی ہے۔ تیسری بات مجتہد مستقل کی جواب
دینا ہے اُن مسائل مین جنکا جواب پہلے نہین ہوا انھین
دلیلون سے نکالکر جنسے پہلون نے نکالا —
اور مجتہد منتسب یعنی منسوب مستقل وہ ہے جو اپنے استاد کے
قواعد کو تسلیم کرے اور اُسکے کلام سے اکثر مدد لے دلیلون
کی تلاش اور ماخذ کی واقفیت مین اور باین ہمہ وہ احکام
فقہی پر یقین رکھتا ہو بلحاظ اُنکی دلائل کے اور اُن دلائل
سے مسائل نکالنے پر قادر ہو خواہ یہ استنباط اُس سے کم
سرزد ہو یا زیادہ اور یہ امور مذکورہ صرف مجتہد مطلق کے
اندر شرط ہین کہ مجتہد مطلق وہی ہوگا جسمین یہ امور پائے جاوین

قيل لو لم تصوب الجميع لما جاز نصب المخالف وقد نصب ابو بكر رضی اللہ عنہ زيدا قلنا لم يجز تولية المبطل والمخطی ليس بمبطل

انتهى

كلام البيضاوى

قوله لكل صورة حكم الخ قلنا حكم على الغيب بلا دليل قولهما صح عن الشافعى ان فى الحادثة الخ قلنا معناه فى كل حادثة قول هو اوفق بالاصول واقعد فى طرق الاجتهاد عليه امارة ظاهرة من دلائل الاجتهاد من وجدها اصاب ومن فقدها فقد اخطأ ولم ياثم وذلك لانه نص فى اوائل الأم بان العالم اذا قال للعالم اخطأت فمعناه اخطأت المسلك السديد الذى ينبغى للعلماء ان يسلكوه

ایک اعتراض اور کیا گیا ہے ایک مجتہد کے برصواب ہونے پر کہ اگر سب مجتہدون کو برصواب کہا جاوے تو مجتہد مخالف کا حاکم مقرر کرنا درست ہو حالانکہ حضرت ابو بکر صدیق رض نے زید رض کو باوجود مخالفت اجتہاد حاکم مقرر کیا تھا اس کا جواب ہم یہ کہتے ہین کہ والی کرنا اُس مخالف کا درست نہین جو باطل پر ہو اور مجتہد خطا کار باطل پر نہین ہوتا تمام ہوا کلام بیضاوی کا۔

یہ جو بیضاوی نے کہا کہ ہر واقعہ کے لیے ایک حکم معین ہے آخر تک تو ہم کہتے ہین کہ یہ قول امر غیب بلا وجہ حکم لگانا ہے اور یہ جو اپنے قول کی تائید مین امام شافعی کا قول نقل کیا ہے کہ ہر واقعہ مین ایک حکم معین ہوتا ہے الخ تو ہم کہتے ہین کہ معنے قول شافعی کے یہ ہین کہ ہر واقعہ مین ایک قول ایسا ہوتا ہے کہ اصول سے موافق تر اور اجتہاد کے طریقون مین چسپان تر ہوتا ہے جس پر ظاہری علامت اجتہاد کے دلائل سے ہوتی ہے جو کوئی اُس علامت کو پالیتا ہے وہ صواب پر ہوتا ہے اور جسکو وہ نہین ملتی وہ چوکتا ہے اور یہ معنی ہم نے اسلیئے بیان کیئے کہ خود امام شافعی نے اپنی کتاب ام کے شروع مین تصریح کی ہے کہ جب ایک عالم دوسرے کو کہے کہ تو نے خطا کی تو اُسکے یہ معنی ہین کہ تو اُس راہ راست سے چوک گیا جس کا چلنا عالمون کی شان کے مناسب ہے۔

وبالثانی قال جمہور الفقہاء ونقل عن الائمة الاربعة وقال ابن السمعانی فی القواطع انه ظاہر مذہب الشافعی قال البیضاوی فی المنہاج اختلف فی صواب المجتہدین بناءً علی الخلاف فی ان لکل صورة حکماً معیناً علیه دلیل قطعی او ظنی والمختار ما صح عن الشافعی رح ان فی الحادثة حکماً معیناً علیه امارة من وجدها اصاب ومن فقدها اخطأ ولم یأثم لان الاجتہاد مسبوق بالادلة لانه طلبها والدلالة متأخرة عن الحکم فلو تحقق الاجتہادان لاجتمع النقیضان ولانه قال علیه الصلوة والسلام من اصاب فله اجران ومن اخطأ فله اجر واحد قیل لو تعین الحکم فالمخالف له لم یحکم بما انزل الله فیفسق لقوله تعالی ومن لم یحکم بما انزل الله فاولئک ہم الفاسقون قلنا امر بالحکم بما ظنه وان اخطأ الحکم بما انزل الله

اور صرف ایک مجتہد کے برصواب ہونیکے قائل جمہور فقہا ہین اور یہی منقول ہے چارون امامون سے اور ابن سمعانی نے کتاب قواطع مین کہا ہے کہ یہ ظاہر مذہب امام شافعی رح کا ہے۔

بیضاوی نے منہاج مین بیان کیا ہے کہ دو مجتہدون کے برصواب ہونے کا اختلاف اس خلاف پر مبنی ہے کہ ہر مسئلہ مین ایک حکم معین ہوتا ہے جسپر کوئی دلیل قطعی یا ظنی ہوتی ہے اور مختار وہ قول ہے کہ امام شافعی سے پایہ صحت کو پہونچا ہے کہ ہر حادثہ مین ایک حکم معین ہوتا ہے جسپر ایک پتہ اور نشان ہوتا ہے جو مجتہد وہ نشان جان لیتا ہے وہ صواب کو پہونچتا ہے اور جو اس پتہ کو نہین پاتا وہ چوک جاتا ہے اور گناہ گار نہین ہوتا کیونکہ دلائل اجتہاد سے پہلے ہوتی ہین اسلیے کہ اجتہاد طلب دلائل کا نام ہے اور دلالت حکم سے پیچھے ہے اور چوکنا اسوجہ سے ہے کہ اگر دونون اجتہاد درست ٹھہرین تو اجتماع دو نقیضون کا ہوگا کہ دونون حکم مخالف یکدگر ہین اور ایک وجہ گناہ گار نہونے مجتہد خطاکار کی یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو مجتہد صواب کو پہونچیگا اسکو دو ثواب ہونگے اور جو چوک جائیگا اسکو ایک ثواب ہوگا۔ گناہ گار نہونے پر یہ اعتراض کیا گیا ہے کہ جب حکم ہر مسئلہ کا معین ہوا تو اسکا مخالف خدا تعالی کے اتارے کے بموجب حکم نکریگا اور اسوجہ سے بدکار ٹھہریگا کیونکہ اللہ تعالی فرماتا ہے ومن لم یحکم بما انزل اللہ فاولئک ہم الفاسقون اسکا جواب ہم کہتے ہین کہ مجتہد خطاکار نے حکم اسی بات کا کیا جسکو صواب گمان کیا اگرچہ حکم دینے مین اللہ تعالی کے اتارے کے بموجب چوک گیا۔

قوله أمر بالحكم بما ظنه
الخ قلنا اعتراف بمقصودنا
قوله والمخطئ ليس بمبطل
قلنا لم يكن مخالفا
للحق لان كل مخالف للحق
مبطل وماذا بعد الحق الا الضلال
والحق أن ما نسب الى الائمة
الاربعة قول مخرج من
بعض تصريحاتهم وليس نصا
منهم وانه لا خلاف للامة
في تصويب المجتهدين
فيما خير فيه نصا او اجماعا
كالقراءات السبع وصيغ
الادعية والوتر بسبع
وتسع واحدى عشرة
فكذلك لا ينبغي ان يخالفوا فيما
خير فيه دلالة +
والحق ان الاختلاف اربعة
اقسام احدها ما تعين فيه
الحق قطعا ويجب ان ينقض خلافه
لانه باطل يقينا وثانيها ما تعين
فيه الحق بغالب الرأي وخلافه
باطل ظنا وثالثها ما

اور یہ جو کہا کہ مجتہد نے حکم دیا اُس بات کا جس کو
صواب گمان کیا آخر تک ہم کہتے ہین کہ یہ ہمارے
مقصود کا اقرار ہے (ہم بھی اسیوجہ سے اُسکو مخالف
حق نہین کہتے) اور یہ جو کہا کہ خطا کار باطل والا نہین
ہوتا ہم کہتے ہین کہ جب وہ باطل پر ہوا تو مخالف حق نہ ٹھرا
اسلیئے ہر ایک مخالف حق باطل پر ہوتا ہی اور حق کے بعد
سو گمراہی کے اور کیا ہے۔ اور حق یہ ہی کہ جو قول ائمہ چار گانہ
کی طرف منسوب ہی یعنی ایک مجتہد کا بر صواب ہے نا یہ قول
اُن کی بعض تصریحات سے نکالا ہوا ہی اُنسے کوئی بیان
منصوص اس باب مین نہین اور یہ بھی حق ہی کہ ساری اُمت
کو دونون مجتہدون کے بر صواب کہنے مین کچھ خلاف نہین
جس مسئلہ مین کہ بنص یا اجماع کی رو سے مکلف کو اختیار
دیا گیا ہو مثلا ساتون قراءتین قرآن کی اور الفاظ
دعاؤن کے اور نماز وتر پڑھنا سات اور نو اور
گیارہ رکعتون سے کہ سب صواب پر ہین تو اسی طرح
مناسب نہین کہ علما امت اس مسئلہ مین خلاف
کرین جس مین اختیار دلالت کی رو سے دیا گیا ہو۔
اور حق یہ ہے کہ اختلاف کی چار قسمین ہین
ایک وہ جسمین حق یقینی ایک ہی ہو اس سو تین
اُس کے خلاف کو توڑنا واجب ہی کیونکہ وہ یقیناً
باطل ہے۔ دوم وہ جس مین حق ظن غالب کی
رو سے متعین ہو اس صورت مین اُسکا خلاف ظن
غالب کی رو سے باطل ہوگا۔ قسم سوم وہ ہے

و بسط ذلك و مثّله بامثال كثيرة
او معناه اذا كان فى المسئلة
خبر الواحد فقد اصاب من وجده
و اخطأ من فقده وهذا ايضاً
مبسوط فى الامّ قوله لان الاجتهاد
مسبوق الى اخره قلنا تعبدنا الله
تعالى بان نعمل ما يؤدى اليه اجتهادنا
فنطلب الذى نعلمه اجمالا لنحيط
به تفصيلا قوله لاجتمع النقيضان
قلنا هو كخصال الكفارة كلّ
واحد منها واجب و ليس بواجب قوله
من اصاب فله اجران قلنا
هذا عليكم لا لكم
لان الخطأ الذى يوجب
الاجر لا يكون معصية
فلا بد ان يكون حكمان
لله تعالى
احدهما افضل من
الاخر كالعزيمة
والرخصة او هذا فى
القضاء و لا بد ان المتحقق
فى الخارج اما قول
المدعى او المنكر

اور اس مضمون کو خوب تفصیل سے بیان کیا ہے اور اسکی
بہت مثالین دی ہین۔ یا معنی قول شافعی کے یہ ہین کہ جب اس
واقعہ مین خبر واحد ہوتی ہے تو جس مجتہد کو وہ ملجاتی ہے تو وہ
صواب کو پہونچتا ہے اور جسکو نہین ملتی وہ چوک جاتا ہے اور
یہ مضمون بھی کتاب اُمّ مین مشروح موجود ہے۔ اور یہ
جو بیضاوی نے دلیل عقلی نفی گناہ کی بیان کی کہ دلائل اجتہاد
سے پہلے ہوتی ہین آخر تک ہم دلیل عقلی سہل تر کہتے ہین کہ
اللہ تعالی نے ہمارے لیے عبادت یہ مقرر فرمائی ہے کہ ہم اس
عمل پر کاربند ہون جسپر ہمارا اجتہاد پہونچا دے تو ہم جس بات
کو مجملا جانتے ہین اسکی جستجو کرتے ہین اس غرض سے کہ
اسکا علم مفصل حاصل کرین۔ اور یہ جو کہا کہ دونون اجتہاد
بر صواب ہونیسے نقیضین جمع ہوجائینگی اسکے جواب مین
ہم کہتے ہین کہ جمع نہونگی بلکہ یہ صورت کفارہ کی چیزون
کی طرح ہے کہ ہر ایک اُنمین سے واجب ہے اور واجب نہین بھی
۔ اور دلیل نقلی جو حدیث بیان کی کہ جو مجتہد صواب پر ہوتا ہے
اُس کو دو ثواب ہین اور ہر خطا والے کو ایک تو ہم کہتے
ہین کہ یہ دلیل تمہارے مطلب کی مضر ہے تمکو مفید نہین
کیونکہ ایسی خطا جو موجب ثواب ہو معصیت نہو گی
غرضکہ ضرور ہوا کہ دونون اجتہادون کے حکم خدا تعالی
کیلئے ہون کہ ایک اُنمین سے بہ نسبت دوسرے کی افضل ہے
جیسے عزیمت افضل ہوتی ہے رخصت سے یا یہ کہو کہ ایک حکم کا
بر صواب اور دوسرے کا مخالف ہونا قاضی کے حکم کرنیکے لحاظ سے
ہے اور خارج مین تو ضرور ہے کہ ثابت مدعی کا قول ہوگا یا منکر کا

سلہ یا حاصل اس دلیل کا یہ ہے کہ اجتہاد امر تعبدی ہے اور امر تعبدی مین خطا ہو جانی گناہ نہین جیسے اگلی سے قبلہ کی طرف نماز پڑہی جو خطا معلوم ہوئی تو نماز درست ہو گئی ۱۲

سلہ کفارہ کی چیزین یہ ہین بردہ آزاد کرنا روزہ رکھنا اور مساکین کو کھانا کھلانا [illegible]

سلہ عزیمت [illegible] رخصت [illegible] افضل [illegible]

فاعطه فاختلفا فى رجل قال احدهما
هو فقير و قال الآخر لا والماخذان
متقارِبان بسوغ الاخذ بهما
فهما مصيبان لانه ما دار الحكم
الاعلى من يقع فى تحرّيه انه فقير
وقد وقع فى تحرّيه ذلك من غير
تقصير ظاهرٍ بخلاف ما اذا اعطى
تاجرًا كبيرًا له خدمٌ وحَشَمٌ
فانّ القائل بفقره يُعَدُّ مقصرًا و
لا يسوق الاخذ بالشبهة التى ذهب
اليها فههنا مقامان احدهما انّه فقير
فى الحقيقة ام لا ولا شبهة انّ الحق
فيه واحدٌ وانّ النقيضين لا يجتمعان
والثانى ان من اعطى غير الفقير
على ظنّ فقره هل هو مطيع ام لا
ولا شبهة انه مطيع نعم من وافق ظنّه الحقيقة
قد نال حظًّا وافرًا وان
كان الاجتهاد
فى اختيار ما خُيّر
فيه كاحرف
القرآن وصيغ الادعية
وكان امّا

تو اُس کو دیدیا اب دونوں شخصوں کو ایک مرد کے
باب میں اختلاف پڑا کہ ایک نے کہا وہ فقیر ہے اور
دوسرے نے کہا کہ فقیر نہیں اور دونوں کے قول کے
ماخذ ذہن سے قریب ہیں کہ ہر ایک پر عمل کرنا گنجایش
رکھتا ہے تو اس صورت میں دونوں صواب پر ہوں گے
اسلئے کہ آمر نے حکم دینے کا اُسی شخص کو کیا تھا کہ جو اُسکی
اٹکل میں آوے کہ وہ فقیر ہے اور اُسکی اٹکل میں یہی
آیا بدون کسی ظاہری قصور کے بخلاف اُس صورت
کے کہ کسی بڑے سوداگر نوکر چاکر رکھنے والے کو یکر
کہے کہ فقیر کو دیا کیونکہ ایسے سوداگر کو فقیر کہنے والا تقصیر دار
کہا جاویگا اور جس شبہ کیطرف وہ مائل ہوا ہے اُسپر عمل کرنا درست
نہیں غرضکہ یہاں ان دونوں کا اختلاف دو طرح پر متصور
ہے اول یہ کہ واقع میں وہ شخص فقیر ہے یا نہیں اس طرح
کے اختلاف میں تو بے شبہ ایک ہی حق ہوگا اور دو
نقیضین جمع نہوں گی اور دوم یہ کہ جس شخص نے
غیر فقیر کو فقیر سمجھکر دیا آیا اُس نے آمر کے حکم کی اطاعت
کی یا نہیں اور اس میں شک نہیں کہ وہ مطیع ہے
ہاں دونوں ماموروں میں سے جس کا گمان موافق
واقع کے ہوگا اُسکو بہت بہرہ ثواب کا ملیگا۔

اور اگر اختلاف اجتہاد ایسی بات کے اختیار کرنے میں
ہو جس میں شرعاً اختیار دیا گیا ہو کہ جونسی چاہیں
اختیار کریں مثلاً قرآن مجید کے الفاظ ساتوں قرات کے
کے اور دعاؤں کے کلمات اور ایسے ہی وہ امور کہ

كان كل طرف في الخلاف مخيّرًا
فيه بالقطع ورابعها ما كان كل
طرف في الخلاف مخيّرا فيه بغالب الرأى
وتفصيل ذلك انه اذا كانت
المسئلة مما ينقض فيها قضاء القاضي
بان يكون فيها نص صحيح معروف
من النبي صلى الله عليه وآله وسلم
فكل اجتهاد خلافه فهو باطل نعم
ربما يعذر بجهل سنته صلى الله عليه
وآله وسلم الى ان يبلغ وتقوم الحجة
وان كان اجتهادٌ في معرفة
واقعةٍ قد وقعت ثم اشتبه الحال
مثل موت زيد وحياته فلا جرم
ان الحق واحد نعم ربما يعذر المخطئ
باجتهاده وان كان الاجتهاد في امر
فوض الى تحرى المجتهد وكان
الماخذان متقاربين وليس واحد
منهما بعيدا من الاذهان جدًا بحيث
يرى ان صاحبه مقصر قد خرج من عرف
الناس وعاداتهم فالمجتهدان مصيبان مثل
رجلين قيل لكل واحد منهما اعط كل فقير وجدته
درهما من مالي قال كيف اعرف انه فقير قيل اذا
اجتهدت في تتبع قرائن الفقر ثم اتاك الثلج انه فقير

کہ خلاف کی دونون طرفون مین مکلف کو یقینا اختیار دیا
گیا ہو۔ چہارم وہ ہی کہ خلاف کی دونون طرفون مین مکلف
کو ظن غالب کی روسے اختیار دیا گیا ہو۔ اور مفصل بیان
ان چارون قسمون کا یہ ہی کہ اگر مسئلہ خلافی ایسا ہو جسمین
حکم حاکم شرع ٹوٹتا ہو اسطرح کہ اُس مسئلہ مین حدیث
صحیح معروف پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم سے ہو تو جو اجتہاد
خلاف اُس حدیث کے ہوگا وہ باطل ہی ہاں بعض اوقات
مجتہد کو معذور جانا جائیگا بوجہ نجاننے حدیث حضرت
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے یہان تک کہ وہ حدیث
پہونچے اور حجت قائم ہو۔ اور اگر اجتہاد ایک ایسے واقعہ
کے معلوم کرنے مین ہو جو ہو چکا ہے پھر اسمین شک پڑگیا
مثلا زید کے مرنے اور جینے مین تو ضرور ہی کہ حق اس
صورت مین ایک ہی ہوگا مگر خطا کار کو اُس کے اجتہاد
مین معذور جانا جائیگا۔ اور اگر اجتہاد ایسے معاملہ مین ہو
کہ مجتہد کی اٹکل پر اس کو رکھا ہوا اور دونون مجتہدون
کے حکم کے ماخذ قریب یکدگر ہون کوئی انمین سے نہایت
دور ذہنون سے نہو کہ اُس ماخذ والے کو قصوروار سمجھین
کہ لوگون کی عرف اور عادت سے باہر ہوگیا ہو تو اس صورت مین
دونون مجتہد بر صواب ہونگے مثلا دو شخصون مین سے ہر ایک
سے کسی نے یہ کہا کہ جو فقیر تو پاوے اُسکو میرے مال مین سے
ایک درم دیدینا سو اُسنے کہا کہ مین کیسے جانونگا کہ وہ فقیر
ہی اُس سے یہ کہدیا گیا کہ جب تو فقیری کے قرینون کی تلاش
مین اجتہاد و کوشش کرے پھر تجکو یقین ہو جاوے کہ وہ فقیر ہی

متقاربين بالمعنى الذى ذكرنا
والحق ان المسائل المذكورة فى كتب
اصول الفقه على قسمين قسم
هو من باب تتبع لغة العرب
كالخاص والعام والنص والظاهر
ومثله كمثل قول النحوى هذا الاسم
نكرة وذلك معرفة وهذا
علم وذلك اسم جنس والفاعل
مرفوع والمفعول منصوب وليس
فى هذا القسم كثير اختلاف وقسم
هو من باب تقريب الذهن الى
ما يفعله العاقل بسليقته تفصيله
انك اذا القيت الى عاقل كتابا عتيقا
قد تغير بعض حروفه وامرته بقراءته
فانه لابد اذا اشتبه عليه شىء يتتبع
القرائن ويتحرى الصواب وربما
يختلف عاقلان فى مثل ذلك
واذا عرض للعاقل طريقان
كيف يتتبع الدلائل ويفحص
عن المصالح ويختار
الارجح والاقل شرا فكذلك
الاوائل لما ورد عليهم
احاديث مختلفة

قریب قریب ہون ان معنون کے اعتبار سے کہ ہم نے
ذکر کیے ہین یعنی ذہن مین بآسانی آسکین بعید از عقل نہو
اور حق یہ ہی کہ جو مسائل اصول فقہ کی کتابون مین
مذکور ہین دو قسم کے ہین ایک قسم تو وہ ہین کہ الفاظ
عربی کی کیفیات کی جنس سے ہین جیسے خاص
اور عام اور نص اور ظاہر اور مثل اُس کی جیسے
نحودان کا کہنا کہ یہ اسم نکرہ ہی اور وہ معرفہ ہے
اور یہ چیز کا نام ہے اور وہ اسم جنس ہے اور فاعل
عبارت مین مرفوع ہوتا ہی اور مفعول منصوب ہوتا ہی
اور اس قسم کے مسائل مین بہت اختلاف نہین ہوتا
اور ایک قسم اُس جنس کے مسائل ہین کہ ذہن کو
ایسے کام کے قریب کرین کہ عاقل اُس کو اپنے سلیقہ
سے کرے اُسکی تفصیل یہ ہی کہ تم اگر کسی عاقل کے سامنے
کوئی پرانی کتاب رکھو جسکے بعض حروف بگڑ گئے ہون
اور اُسکو اُس کتاب کے پڑھنے کو کہو تو ضرور ہی کہ جب
اُس عاقل پر کوئی لفظ مشتبہ ہوگا تو وہ قرینون کی
دیکھ بھال کرکے لفظ درست پڑھنا چاہیگا اور بعض
اوقات اس جیسی بات مین دو عاقل مختلف ہوتے ہین
اور جب عاقل کے سامنے دو راہ نمودار ہوتے ہین تو
وہ کیسے دلائل کی دیکھ بھال کرکے مصلحتون کی
تلاش کرتا ہے اور انجام کو وہ راہ اختیار کرتا ہے
جو راجح تر اور بدی مین کم ہو تو اُسی طرح پہلے
علما پر جب حدیثین مختلف کسی باب مین وارد ہوتین

فعلهُ النبي صلى الله عليه وآله وسلم على
وجوه تسهيلا على الناس مع كونها
كلها حاوية لاصل المصلحة
فالمجتهدان مصيبان فهذا
كله بيّن لا ينبغي لاحد ان يتوقف فيه
ومواضع الاختلاف بين الفقهاء
معظمها امور احدها ان يكون
واحد قد بلغه الحديث والآخر
لم يبلغه والمصيب ههنا متعيّن
والثاني ان يكون عند كل
واحد احاديث وآثار متخالفة وقد
اجتهد في تطبيق بعضها ببعض او
ترجيح بعضها على بعض فادّى اجتهاده
الى حكم فجاء اختلاف من هذا القبيل
والثالث ان يختلفوا في تفسير الالفاظ المستعملة
وحدودها الجامعة المانعة او معرفة
اركان الشيء وشروطه من قبيل الذكر والحد وتخريج
المناط او صدق ما وصف وصفا عاما على
الصورة الخاصة او انطباق الكلية على جزئياتها
ونحو ذلك فادّى اجتهاد كل واحد الى مذهب
والرابع ان يختلفوا في المسائل الاصولية فيتفرع
عليه الاختلاف في الفروع والمجتهدان في هذه
الاقسام مصيبان اذا كان ماخذاهما

پیغمبر صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لوگون پر سہل کرنیکے
لیے کئی طرح پر کیے ہین باوجودیکہ ہر ایک اُنمین سے
اصل مصلحت کو حاوی ہے تو ایسے اختلاف مین دونون
مجتہد صواب پر ہین اور یہ سب تقریر صاف ظاہر ہے
کسی کو مناسب نہین کہ اس مین تامل کرے۔
اور فقہا مین اختلاف کے بڑے بڑے مقام کئی امر ہین
اول یہ کہ ایک مجتہد کو حدیث پہونچی اور دوسرے کو نہ پہونچی
تو ایسی صورت مین صواب پر ہونیوالا متعین ہے یعنے جسکو
حدیث ملی ہے وہی صواب پر ہے۔ دوسرے یہ کہ ہر ایک مجتہد
کے پاس حدیثین اور آثار مختلف ہین انمے بعض کو بعض
سے مطابق کرنے یا ایک کو دوسرے پر ترجیح دینے مین اجتہاد
کیا اور اُسکے اجتہاد نے ایک حکم خاص لگانیکی نوبت
پہونچائی تو ہر مجتہد کے حکم کا اختلاف اس قسم کا پیدا ہوا
اور تیسرے یہ کہ اختلاف الفاظ مستعملہ کی تفسیر مین ہو یا
اُنکے حدود جامع افراد اور مانع دخول غیر مین یا چیز کے ارکان
اور شرطون کی شناخت مین مثلاً ذکر کرنے اور محدود
کرنے اور مناط نکالنے یا جو چیز کہ وصف عام سے موصوف
ہو اُس کے صادق آنے مین اس صورت خاص پر یا کلیہ کے
منطبق ہونے مین اپنی جزئیات پر یا کسی اور ایسی ہی باتین
اختلاف ہوا اور ہر مجتہد کا اجتہاد اس طرح سے کوئی مذہب
نکالے۔ اور چوتھی یہ صورت ہو کہ مسائل اصولی مین اختلاف
کرین اور اُس سے فروع مین اختلاف نکلے تو ان سب قسمون مین
دونون مجتہد صواب پر ہوتے ہین بشرطیکہ دونون کے ماخذ

وكتابة كتب الحديث وتصحيحها جروا في
تلك الميادين بسليقتهم المخلوقة في
عقولهم ثم جاء أقوام آخرون و
جعلوا أصنائعهم تلك كليات
مدونة
وههنا فائدة جليلة هي أن من شروط
العمل بمثل هذه المقدمات الكلية أن لا
يكون الصورة الجزئية التي يقع فيها
الكلام مما سبق عن العقلاء فيها ضد
حكم الكليات لأنه كثيرا ما يكون هناك
قرائن خاصة تفيد غير حكم الكليات
وأصل الجدل هو اتباع الكليات وإثبات
حكم قد قضى العقل الصراح بخلافه لخصوص
المقام كما إذا رأيت حجرا وأيقنت أنه
حجر فجاء الجدلي فقال الشيء إنما يعرف
باللون والشكل ونحوهما وهذه الصورة
قد تتشابه الأشياء فيها فنقض ذلك
اليقين بأمر كلي ولا يعلم
المسكين أن اليقين
الحاصل في هذه الصورة
الخاصة أكبر من اتباع الكليات
فإياك أن يغرك ما في الهم
عن صريح السنة

اور حدیث کی کتابوں کے لکھنے [illegible]
تو انہوں نے ان میدانوں میں اپنے [illegible] سلیقہ سے
قدم رکھا جو ان کی عقلوں میں پیدا کیا گیا تھا
پھر اور بہت سے لوگ آئے [illegible]
قواعد کلیہ ٹھہرا کر قلم بند کیا۔
اور یہاں ایک بڑے کام کی بات ہے [illegible]
شرط ان جیسے کلی مقدمات پر [illegible]
یہ ہے کہ وہ صورت خاص جس میں گفتگو [illegible]
صورتوں میں سے نہ ہو جن میں عقلا [illegible]
ان کلیات کے دیکھ چکے ہوں کیونکہ [illegible]
متعدد میں بعض خاص قرینے ایسے ہوتے ہیں
جیسے حکم کلیات کے مخالف نکلتا ہے [illegible]
کی بنا یہی ہے کہ کلیات کے درپے ہو کر [illegible]
ثابت کرنا کہ عقل خاص مقام کی خصوصیت کی
وجہ سے اس کے خلاف حکم دے چکی ہو [illegible]
پتھر دیکھو اور یقین کرلو کہ یہ پتھر ہے [illegible]
آوے اور تقریر کرے کہ چیز کو رنگ و ڈھنگ [illegible]
سے پہچانتے ہیں اور اس ظاہری صورت میں
بہت سی چیزیں ایک دوسری سے مشابہ ہیں
تمہارے یقین کو ایک امر کلی سے [illegible]
اور بیچارہ یہ نہیں جانتا کہ جو یقین اس صورت خاص
میں حاصل ہوا ہے وہ کلیات کے درپے ہونے سے بڑھ کر ہے
[illegible] کہیں ان کے اقوال صریح حدیث سے تم کو [illegible]

اجالوا قداح نظرهم في ذلك فافضى
اجتهادهم الى الحكم على بعضها
بالنسخ وتطبيق بعضها ببعض وترجيح
بعضها على بعض وكذلك لما ورد
عليهم مسائل لم يكن السلف تكلموا
فيها اخذوا النظير بالنظير واستنبطوا
العلل وبالجملة فكانت لهم
صنائع اندفعوا اليها بسليقتهم
المخلوقة فيهم كما يندفع العاقل
في امر يعرض له فاراد قوم ان يدونوا
صنائعهم التي ذكروها مفصلة
في كتبهم او اشاروا اليها في ضمن كلامهم
او خرجت من مسائلهم وان لم يذكروها
وتلقت عقول الخلف اكثر
صنائعهم بالقبول لما جبلوا عليه من
السليقة في مثل ذلك ثم صارت
امورا مسلمة
فيما
بينهم

وعلى قياس ذلك لما افرغوا جهدهم في رواية
الحديث ومعرفة الصحيح من السقيم و
المستفيض من الغريب ومعرفة
احوال الرواة جرحا وتعديلا

تو انہون نے اُن مین بہت غور سے نظر کی اور اُنکے
اجتہاد نے بعض احادیث پر نوبت منسوخ ہونیکا حکم
لگانے کی پہونچائی اور بعض کو بعض سے مطابق کرنے
اور کسی کو دوسری پر ترجیح دینے کی۔ اور اسی طرح
جب اُن کے سامنے ایسے مسائل آئے کہ سلف نے
اُنمین کچھہ نہ کہا تھا تو اُنھون نے اُن کی نظیر کا حکم اُنپر
لگایا اور دونون نظیرون مین علتین حکم کی نکالین
اور حاصل یہ کہ اُنکے پاس ایسی تدبیرین تھین جن کی
طرف اُنھون نے اپنے سرشتی سلیقہ سے توجہ کی
جیسے عاقل آدمی کسی معاملہ مین جو اُس کو پیش آتا ہے
توجہ کرکے تدبیر نکالتا ہے۔ پھر کچھ لوگون نے ارادہ کیا
کہ اُن کی اُن تدابیر کو خوب واضح بیان کرین جنکا
ذکر اُنھون نے اپنی کتابون مین تفصیل وار کیا
ہے یا اپنے کلام کے اثنا مین اُن کی طرف اشارہ
کیا ہے یا اُن کے مسائل سے نکالی گئی ہین اگرچہ اُنھون
نے اُن کو بیان نہین کیا۔ اور خلف کی عقلون نے
اُنکی اکثر تدبیرون کو مان لیا اسلیئے کہ اس جیسی بات
مین اُن کی سرشت اُسی سلیقہ پر تھی پھر یہ تدابیر
سب فقہا مین تسلیم کیئے ہوئے امر ہوگئے

اور اسی قیاس پر جب علما سلف نے اپنی کوشش
کامل کی حدیث کے روایات کرنے اور صحیح کو معلول
سے اور مشہور کو غریب سے پہچاننے مین اور راویون کے
حالات سچے ہونے اور مطعون ہونے کے معلوم کرنے مین

وكتابة كتب الحديث وتصحيحها جروا في
تلك الميادين بسليقتهم المخلوقة في
عقولهم ثم جاء اقوام آخرون وا
جملوا اصنائعهم تلك كليات
مدونة

وههنا فائدة جليلة هي ان من شروط
العمل بمثل هذه المقدمات الكلية ان لا
يكون الصورة الجزئية التي يقع فيها
الكلام مما سبق عن العقلاء فيها اضد
حكم الكليات لانه كثيرا ما يكون هناك
قرائن خاصة تفيد غير حكم الكليات
واصل الجدل هو اتباع الكليات واثبات
حكم قد قضى العقل الصراح بخلافه لخصوص
المقام كما اذا رايت حجرا وايقنت انه
حجر فجاء الجدلي فقال الشئ انما يعرف
باللون والشكل ونحوهما وهذه الصورة
قد تتشابه الاشياء فيها فنقض ذلك
اليقين بامر كلي ولا يعلم
المسكين ان اليقين
الحاصل في هذه الصورة
الخاصة اكبر من اتباع الكليات
فاياك ان يغرك افواههم
عن صريح السنة

اور حدیث کی کتابوں کے لکھنے اور ان کے صحیح کرنے میں
تو انہوں نے ان میدانوں میں اپنے اس سلیقہ سے
قدم رکھا جو ان کی عقلوں میں پیدا کیا گیا تھا۔
پھر اور بہت سے لوگ آئے اور ان کی ان تدبیروں کو
قواعد کلیہ ٹھہرا کر قلم بند کیا۔

اور یہاں ایک بڑے کام کی بات ہے وہ یہ ہے کہ ایک
شرط ان جیسے کلی مقدمات پر عمل کرنے کی
یہ ہے کہ وہ صورت خاص جس میں گفتگو واقع ہوئی
صورتوں میں سے نہو جن میں عقلاء سلف حکم مخالف
ان کلیات کے دیکھ چکے ہوں کیونکہ اکثر صورت
متنازعہ میں بعض خاص قرینے ایسے ہوتے ہیں کہ
جنسے حکم کلیات کے مخالف نکلتا ہے اور جھگڑے
کی بنا یہی ہے کہ کلیات کے درپے ہو کر ایسا حکم
ثابت کرنا کہ عقل خالص مقام کی خصوصیت کی
وجہ سے اس کے خلاف حکم دیکھ چکی ہو مثلاً تم کوئی
پتھر دیکھو اور یقین کر لو کہ یہ پتھر ہے پھر کوئی جھگڑالو
آوے اور تقریر کرے کہ چیز کو رنگ اور ڈھنگ وغیرہ
سے پہچانتے ہیں اور اس ظاہری صورت میں تو
بہت سی چیزیں ایک دوسری سے مشابہ ہیں غرض
تمہارے یقین کو ایک امر کلی سے بزعم خود توڑتا ہے
اور بیچارہ یہ نہیں جانتا کہ جو یقین اس صورت خاص
میں ہو چکا ہے وہ کلیات کے درپے ہونیسے بڑھکر ہے تو تم خبردار
رہنا کہ کہیں ان کے اقوال صریح حدیث سے تمکو دھوکا نہ دیں

اجالوا قداح نظرهم فی ذلك فأفضى

اجتهادهم الی الحکم علی بعضها

بالنسخ وتطبيق بعضها ببعض وترجيح

بعضها علی بعض وكذلك لما ورد

عليهم مسائل لم يكن السلف تكلموا

فيها اخذوا النظير بالنظير واستنبطوا

العلل وبالجملة فكانت لهم

صنائع اندفعوا اليها بسليقتهم

المخلوقة فيهم كما يندفع العاقل

فی امر يعن له فاراد قوم ان يدونوا

صنائعهم التی ذكروها مفصلة

فی كتبهم او اشاروا اليها فی ضمن كلامهم

او خرجت من مسائلهم وان لم يذكروها

وتلقت عقول الخلف اكثر

صنائعهم بالقبول لما جبلوا عليه من

السليقة فی مثل ذلك ثم صارت

امورا مسلمة

فيما

بينهم

وعلی قياس ذلك لما افرغوا جهدهم فی رواية

الحديث ومعرفة الصحيح من السقيم و

المستفيض من الغريب ومعرفة

احوال الرواة جرحا وتعديلا

تو انھون نے اُن مین بہت غور سے نظر کی اور اُنکے

اجتہاد نے بعض احادیث پر نوبت منسوخ ہونیکا حکم

لگانے کی پہنچائی اور بعض کو بعض سے مطابق کرنے

اور کسی کو دوسری پر ترجیح دینے کی۔ اور اسی طرح

جب اُن کے سامنے ایسے مسائل آئے کہ سلف نے

انمین کچھ نہ کہا تھا تو انھون نے اُن کی نظیر کا حکم اُن پر

لگایا اور دونون نظیرون مین علتین حکم کی نکالین

اور حاصل یہ کہ اُنکے پاس ایسی تدبیرین تھین جن کی

طرف انھون نے اپنے سرشتی سلیقہ سے توجہ کی

جیسے عاقل آدمی کسی معاملہ مین جو اُس کو پیش آتا ہے

توجہ کرکے تدبیر نکالتا ہے۔ پھر کچھ لوگون نے ارادہ کیا

کہ اُن کی اُن تدابیر کو خوب واضح بیان کرین جنکا

ذکر اُنھون نے اپنی کتابون مین تفصیل وار کیا

ہے یا اپنے کلام کے اثنا مین اُن کی طرف اشارہ

کیا ہے یا اُن کے مسائل سے نکالی گئی ہین اگرچہ اُنھون

نے اُن کو بیان نہین کیا۔ اور خلف کی عقلون نے

اُنکی اکثر تدبیرون کو مان لیا اسلیے کہ اس جیسی بات

مین اُن کی سرشت اُسی سلیقہ پر تھی پھر یہ تدابیر

سب فقہا مین تسلیم کیے ہوے امر ہوگئے

اور اسی قیاس پر جب علماء سلف نے اپنی کوشش

کامل کی حدیث کے روایات کرنے اور صحیح کو معلول

سے اور مشہور کو غریب سے پہچاننے مین اور راویون کے

حالات سچے ہونے اور مطعون ہونے کے معلوم کرنے مین

وكل من استقرأ نصوص الشارع وفتاواه يحصل عنده قاعدة كلية وهي ان الشارع قد ضبط انواع البر من الوضوء والغسل والصلوة والزكوة والصوم والحج وغيرها مما اجمعت الملل عليه بانحاء الضبط فشرع لها اركانا وشروطا وادابا ووضع لها مكروهات ومفسدات وجوابر واسبغ القول في هذا حق الاسباغ ثم لم يبحث عن تلك الاركان وغيرها بحد وجامعية مانعية كثير بحث وكلما سئل عن احكام جزئية تتعلق بتلك الاركان والشروط وغيرها احالها على ما يفهمون في نفوسهم من الالفاظ المستعملة وارشدهم الى رد الجزئيات نحو الكليات ولم يزد على ذلك اللهم الا في مسائل قليلة لاسباب طارية من لجاج القوم ونحوه فشرع غسل الاعضاء الاربعة في الوضوء ثم لم يحد الغسل بحد جامع مانع يعرف به ان الدلك داخل

في حقيقته ام لا وان

اسالة الماء

داخلة فيها ام لا

اور جو کوئی شارع علیہ السلام کے حکمون اور فتوونکو خوب جستجو کرے تو اُس کو ایک قاعدہ کلیہ مل جاوے اور وہ یہ ہے کہ شارع علیہ السلام نے نیکی کے سب اقسام یعنی وضو اور غسل اور نماز اور زکوۃ اور روزہ اور حج وغیرہ کو جن پر اسلامی ملتون کا اتفاق ہے طرح طرح سے ضبط فرمایا مثلاً اُن کے ارکان اور شرطین اور قواعد مقرر کیئے اور اُن کے لیے مکروہات اور مفسدات اور نقصان کے پورا کرنے والی چیزین ٹھرائین اور اس باب مین ارشاد کو کامل فرمایا جیسا کمال کرنا چاہیئے تھا پھر بھی اُن ارکان وغیرہ کی تعریفون جامع اور مانع سے بہت بحث نہین کی — اور جب کبھی آپ سے حال احکام جزئی کا جو متعلق اُن ارکان و شروط وغیرہ سے ہوتے پوچھا جاتا تو آپ اُن احکام کو اُن الفاظ مستعملہ پر حوالہ کرتے جن کو وہ لوگ اپنے جی مین سمجھتے تھے اور اُن کو جزئی باتونکو کلیات پر منطبق کرنا بتا دیتے اور اسپر کبھی زیادہ نہ کرتے مگر ہان تھوڑے مسئلون مین اس بات عارضی یعنے قوم کے اصرار وغیرہ کی وجہ سے کچھ زیادہ بھی فرمایا ہے — مثلاً وضو مین آپ نے دھونا چار اعضا کا مشروع تو فرمایا مگر دھونے کی تعریف جامع اور مانع ایسی نہین فرمائی جس سے معلوم ہو کہ ملنا اعضا کا دھونے کی ماہیت مین داخل ہے یا نہین اور پانی کا بہانا اُسکی حقیقت مین ہے یا نہین

والاختلاف فی هذا القسم راجع الی
التحری وسکون القلب وبالجملة الاختلاف
فی اکثر اصول الفقه راجع الی التحری
واطمینان القلب بمشاهدة القرائن
وقد اشار النبی صلی الله علیه وآله
وسلم الی ان التکلیف راجع
الی ما یؤدی الیه التحری
فی مواضع من کلامه منها
قوله صلی الله علیه وسلم فطرکم یوم
تفطرون واضحاکم یوم تضحون
قال الخطابی معنی الحدیث ان الخطأ
موضوع عن الناس فیما کان
سبیله الاجتهاد فلو ان قوما اجتهدوا
فلم یروا الهلال الا بعد ثلثین فلم یفطروا
حتی استوفوا العدد ثم ثبت
عندهم ان الشهر کان تسعا
وعشرین فان صومهم وفطرهم
ماض ولا شیء علیهم من وزر او
عتب وکذلک فی الحج اذا اخطؤا یوم
عرفة فانه لیس علیهم اعادته ویجزیهم
افعالهم ذلک وانما هذا تخفیف من الله سبحانه
ورفق بعباده ومنها قوله الحاکم اذا اجتهد فاصاب
فله اجران واذا اجتهد فاخطأ فله اجر

اور اس قسم مین اختلاف کرنیکا مآل اٹکل اور دل کی تسلی پر
ہی اور حاصل یہ ہی کہ اکثر اصول فقہ مین اختلاف کا انجام
قرائن کے دیکھنے سے اٹکل اور دل کے اطمینان پر ہوتا ہے
اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے چند جگہون مین اپنے کلام
مبارک سے اشارہ فرمایا ہی کہ حکم شرع اسی طرف
ڈھلتا ہی جدھر آدمی کی اٹکل پہونچا دے اُن جگہون مین
سے ایک یہ ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
کہ تمہارے افطار کا دن وہ ہے جس دن افطار کرتے ہو
اور تمہاری قربانی اسی روز ہے کہ تم قربانی کرتے ہو خطابی
نے کہا کہ اس حدیث کے یہ معنی ہین کہ لوگون کا خطا کرنا
ایسے مسائل مین جنکا مدار کوشش اور محنت پر ہی معاف
ہی مثلاً اگر ایک قوم نے عید فطر کے چاند دیکھنے مین محنت
کی اور تیس دن کے بعد ہی دیکھا یعنی افطار نہ کیا یہانتک
کہ تیس روزہ پورے رکھے پھر اُن کو ثابت ہوا کہ ماہ رمضان
اُنتیس دن کا تھا تو اُنکا روزہ اور افطار درست ہوا
اور اُن پر کچھ گناہ یا عتاب نہین اور اسی طرح حج مین
اگر عرفہ کا روز چوک جائین تو اُن پر دوبارہ حج کرنا لازم
نہین اور وہی افعال حج جو کر چکے کافی ہونگے اور یہ
بات صرف خدائے پاک کی طرف سے تخفیف اور نرمی
ہی اُس کے بندون پر۔ اور اُن مواضع مین سے ایک یہ
ارشاد ہی کہ حاکم جب اجتہاد کرے اور صواب کو پہونچے
تو اُس کو دو ثواب ہین اور جب اجتہاد کرے اور چوک
جائے تو اُس کو ایک ثواب ہی۔

وعدم الاكثار من وجوه الضبط
مصلحة عظيمة وهى انّ هذه المسائلَ
ترجع الى حقائقَ تستعمل فى العرف
على اجمالها ولا يعرف حدُّها الجامع المانع
الا بعسر ورُبّما يُحتاج عند اقامة الحد
الى التمييز بين المشكلين باحكامٍ
وضوابط يحرجون باقامتها ثمّ انْ
ضبطت وفسّرت لا يمكن تفسيرها
الا بحقائق مثلها وهلمّ جرًّا فيتسلسل
الامر او يقف فى بعض ما هنالك
الى التفويض على رأى المبتلى به
والحقائقُ الاخرى ليست باحقَّ من
الاولى فى التفويض الى المبتلين
فلاجل هذه المصلحة
فوّض الحقائقَ اوّلَ مرّةٍ
الى رأيهم ولم يشدِّد فيما
يختلفون حين كان الاختلاف
فى امرٍ فوّض اليهم وله فى
ذلك مساغ فلم يُعنّف على
عمرو بن العاص فيما فهم من
قوله تعالى ولا تلقوا بايديكم الى التهلكة
من جواز التيمم للجنب اذا خاف
على نفسه من البرد

اور اقسام ضبط کو زیادہ بیان نہ کرنے مین ایک
بڑی مصلحت ملحوظ فرمائی ہے اور وہ یہ ہے کہ ان
مسائل کا مآل ایسی حقیقتین ہین جو عرف مین مجمل
مستعمل ہین اور اُن کی تعریف جامع ومانع
بدون دشواری کے معلوم نہین ہوتی اور بعض
اوقات تعریف بیان کرتے وقت دو مشکل حقیقتون
مین جدائی کرنے کے لئے ضرورت ایسے احکام وقواعد
کی ہوتی ہے کہ اُن کے بیان کرنے مین لوگ تنگ ہوتے
ہین پھر اگر اُن حقائق کو ضبط اور تفسیر بھی کیا جائے
تو اُن کی تفسیر ہو نہین سکتی مگر اُنھین جیسے مجمل
حقیقتون سے اور اسی طرح لیتے جاؤ تو معاملہ تفسیر
حقائق کا مسلسل ہو جائیگا کہین نہین ٹھریگا یا بعض
صورتون مین مامور کی رائے پر حوالہ کر دینے سے
ٹھریگا حالانکہ یہ صورتین مامورین کی رائے پر سپرد کر دینے
کے باب مین بہ نسبت پہلی صورتون کے زیادہ شایان
نہین ہین تو اسی مصلحت کیوجہ سے آپنے حقائق کو اول
ہی سے مامورون کی رائے پر حوالہ کر دیا اور خلافی مسائل
مین کسی پر تشدد نہین کیا در صورتیکہ اختلاف اُس
مسئلہ مین ہوا جو اُن کی رائے پر مفوض تھا اور نیز اُس
مین اختلاف کی گنجائش بھی تھی مثلاً آپنے عمرو
بن عاص پر سرزنش نہ فرمائی اُن کے سمجھنے پر اُس
آیت سے ولا تلقوا بایدیکم الی التھلکۃ یہ مضمون کہ تیمم کرنا
ناپاک کو درست ہے جبکہ سردی کے مارے جانکا خوف کرے

ع
[illegible]

ولم يقسم الماء الى مطلق ومقيد ولم
يبين احكام البير والغدير ونحوهما
وهذه المسائل كلها كثيرة الوقوع
لا يتصور عدم وقوعها في زمانه صلى
الله عليه وآله وسلم ولما سأله
السائل في قصة بير بضاعة وحديث
القلتين لم يزد على الرد الى ما يفهمونه
من اللفظ ويعتادونه فيما بينهم ولهذا
المعنى قال سفيان الثوري ما وجدنا
في امر الماء الا سعة ولما سألته امرأة
عن الثوب يصيبه دم الحيضة لم يزد
على ان قال حتيه ثم اقرصيه ثم
انضحيه ثم صلى فيه فلم يأت باكثر
مما عندهم وامر باستقبال القبلة
ولم يعلمنا طريق معرفة القبلة وقد
كانت الصحابة يسافرون ويجتهدون في
امر القبلة وكانت لهم حاجة شديدة الى معرفة
طريق الاجتهاد فهذا كله لتفويضه
مثل ذلك الى رأيهم وهكذا اكثر فتاواه
صلى الله عليه وآله وسلم
كما لا يخفى على منصف لبيب
وقد فهمنا من تتبع احكامه
انه راعى في ترك التعمق

اور نہ پانی کی تقسیم فرمائی کہ مطلق ہو یا مقید اور نہ
کنوئیں اور تالاب اور ان جیسے اور پانیون کے
احکام بیان فرمائے حالانکہ یہ مسائل اکثر واقع ہوتے
ہین اور خیال مین نہین آتا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم کے زمانہ مین یہ مسائل واقع نہوئے ہون۔
اور جب سائل نے آپ سے قصہ بیر بضاعہ اور قلتین مین
پانی کا حال پوچھا تو آپ نے زیادہ نفرمایا انہین لفظون
سے جواب دیا جنکو وہ لوگ سمجھتے تھے اور آپس مین انکے
خوگر تھے اور اسی وجہ سے سفیان ثوری نے کہا ہے کہ
ہم نے پانی کے معاملہ مین وسعت ہی پائی۔ اور جب ایک
عورت نے آپ سے حال اس کپڑے کا پوچھا جسپر حیض کا
خون لگجائے تو آپنے اتنا ہی فرمایا کہ اول کھرچ دے پھر
کپڑے کو مل ڈال پھر دھولے پھر اس سے نماز پڑھ لے غرض
جسقدر ان لوگون کو معلوم تھا اس سے زیادہ کچھ نفرمایا
اور آپ نے قبلہ کیطرف مونھ کرنیکا نماز مین حکم فرمایا
اور ہمکو قبلہ کے پہچاننے کا طور نہ سکھایا حالانکہ صحابہ
سفر کرتے رہتے تھے اور قبلہ کے معاملہ مین دقت اٹھاتے
تھے اور اس دشواری کے طریق معلوم کرنیکی انکو سخت
حاجت تھی تو ان سب امور کی وجہ یہ تھی کہ آپنے ایسی
باتین انھین لوگون کی رائے پر حوالہ کر رکھی تھین اور
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اکثر فتونکا حال ایسا ہی ہے
جیسا کہ منصف عاقل پر پوشیدہ نہین۔ اور ہمنے آپکے احکام
کی تلاش سے یہ سمجھا ہے کہ آپنے تہ کی باتین چھوڑنے

فلا عنف على احد من المختلفين عنده هو
ونظيره ايضا ما اجمعت الامة من
الاجتهاد في القبلة عند الغيم وترك
العنف على واحد فيما ادى تحريه اليه
ونظير هذه المصلحة ما ذكره
اهل المناظرة من الاصطلاح
على ترك البحث عن مقدمات
الدلائل لئلا يلزم انتشار البحث
فمن عرف هذه المسئلة كما هي
علم ان اكثر صور الاجتهاد
يكون الحق فيها دائرا في
جانبي الاختلاف وان في الامر
سعة وان ليس على شئ واحد
والجزم بنفي المخالف ليس بشئ وان
استنباط حد ورسم ان كان
من باب تقريب الذهن الى ما يفهمه
كل احد من اهل اللسان فاعانة على العلم وان
كان بعيدا من الاذهان وتمييزا
للمشكل بمقدمات مخترعة فعسى
ان تكون شيئا جديدا وان الصحيح ما قاله الامام
عزالدين بن عبد السلام ولقد افلح من
قام بما اجمعوا على وجوبه
واجتنب ما اجمعوا على تحريمه

کچھ سرزنش نہین اختلاف کرنیوالون مین کسی پر اُنکے
نزدیک بھی۔ اور نیز اس حوالہ کی نظیر وہ مسئلہ ہی
جس پر اُمت کا اتفاق ہی یعنے کوشش کرنا قبلہ کے
باب مین ابر کے وقت اور کسی کو برا نکہنا اُس سمت کے
اختیار کرنے مین جدھر اُسکی اٹکل قائم ہوئی۔
اور نظیر اس مصلحت کی وہ ہے جو اہل مناظرہ نے
اصطلاح بیان کی ہے کہ دلائل کے مقدمات پر بحث
نہ کیجائے تاکہ بحث کی پریشانی لازم نہ آوے۔
تو جو کوئی اس مسئلہ کی ماہیت جونکی تون جان
لیگا اُس کو یہ امور معلوم ہوجائین گے اول یہ کہ اجتہاد
کی اکثر صورتون مین امر حق اختلاف کے دونون جانب
کے اندر دائر رہتا ہی۔ دوم یہ کہ دین کے معاملہ مین
وسعت ہی تنگی نہین۔ سوم یہ کہ ایک چیز پر جم جانا
اور مخالف کی نفی کا یقین کرنا کچھ بات نہین۔
چہارم یہ کہ حقائق کی تعریفون کو نکالنا اگر اس قسم
سے ہے کہ ذہن کے قریب ہوجائین سب اہل زبان
اُن کو سمجھ لین تو یہ علم پر مدد کرتا ہے اور اگر اُن کا بیان
ذہنون سے دور اور دو مشکل باتون کی امتیاز اپنے بنئے
گڑھے ہوئے مقدمون سے ہو تو یہ ایک نئی شریعت ہی
یعنی قابل التفات نہین۔ پنجم یہ کہ صحیح وہ قول ہی جو امام
عزالدین بن عبدالسلام نے کہا ہی کہ نجات پائی ایسے شخص
نے جسنے وہ عمل کیا جسکے وجوب پر علما نے اتفاق کیا ہی
اور اُس چیز سے احتراز کیا جسکی حرمت پر اُنکا اتفاق ہی

ولم يعنف على عمر بن الخطاب فيما فهم من تاويل او لامستم النساء انه في لمس المرأة لا الجنابة فبقيت مسئلة الجنب غير مذكورة فينبغي ان لا يتيمم الجنب اصلا آخرج النسائي عن طارق ان رجلا اجنب فلم يصل فاتى النبي صلى الله عليه وآله واصحابه وسلم فذكر ذلك له فقال اصبت فاجنب رجل فتيمم وصلى فاتاه فقال نحو ما قال للآخر يعني اصبت انتهى ولم يعنف على احد ممن اخر صلوة العصر او اداها في وقتها حين كانوا جميعا على تاويل من قوله لا تصلوا العصر الا في بني قريظة وبالجملة فمن احاط بجوانب الكلام علم انه صلى الله عليه وآله وسلم فوض الامر في تلك الحقائق المستعملة في العرف على اجمالها وكذا في تطبيق بعضها ببعض الى افهامهم ونظيره تفويض الفقهاء كثيرا من الاحكام الى تحري المبتلى به وعادته

اور نہ حضرت عمر بن خطاب کو کچھ برا کہا اس مضمون کے سمجھنے پر آیہ اولامستم النساء سے کہ یہ حکم تیمم کا عورت کے چھونے کے باب مین ہے نہ جنابت کے باب مین غرضکہ مسئلہ تیمم ناپاک شخص کا اُن کے نزدیک بے ذکر رہ گیا تو چاہیئے کہ جنب آدمی ہرگز تیمم نہ کرے۔ نسائی نے طارق بن شہاب سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص جنب ہو گیا اُسنے نماز نہ پڑھی یعنی تیمم نہ کیا وہ بحضور پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم حاضر ہوا اور یہ ماجرا آپ کی خدمت مین عرض کیا آپنے فرمایا کہ تونے اچھا کیا پھر ایک شخص ناپاک ہوا اُس نے تیمم کرکے نماز ادا کرلی اور حاضر آپ کی خدمت مین ہوا آپ نے اُس کو بھی ایسا ہی فرمایا جیسا اول شخص کو فرمایا تھا یعنے تونے اچھا کیا نسائی کا بیان تمام ہوا۔ اور نہ کسیکو اُن لوگون مین سے برا کہا جنھون نے نماز عصر مین تاخیر کی یا اُس کو وقت کے اندر اثنا ر راہ مین ادا کیا کیونکہ ہر ایک فرقہ نے آپکے اس ارشاد کے کہ نماز عصر مت پڑھنا مگر بنی قریظہ مین پہونچکر ایک معنی سمجھ لیئے تھے غرض کہ جو کوئی آپکے کلام پاک کے پہلوؤن کو خوب دیکھے تو وہ جان لیگا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن حقائق کے باب مین جو عرف مین مجمل مستعمل ہوتی ہین اور نیز انمین سے بعض حقائق کو بعض سے مطابق کرنے مین معاملہ کو اُن لوگون کی سمجھ پر حوالہ فرمایا ہے۔ اور اس حوالہ فرمانے کی نظیر فقہا کا حوالہ کرنا ہے اکثر احکام کو مکلف کی تحری اور عادت پر اور اسی صورت مین

والمختار التفصيل فان كان المذهب الذي
اراد الانتقال اليه مما ينقض فيه الحكم
فليس له الانتقال الى حكم يجب
نقضه فانه لم يجب نقضه الا لبطلانه
وان كان المأخذان متقاربين
جاز التقليد والانتقال لان الناس
لم يزالوا من زمن الصحابة الى ان
ظهرت المذاهب الاربعة يقلدون
من اتفق من العلماء من غير
نكير من احد يعتبر انكاره ولو كان
ذلك باطلا لانكروه
والله اعلم بالصواب

انتهى

واذا تحقق عندك ما بيناه علمت
ان كل حكم يتكلم
فيه المجتهد باجتهاده منسوب الى
صاحب الشرع عليه الصلوات
والتسليمات اما الى لفظه او
الى علة ماخوذة من لفظه
واذا كان الامر على ذلك ففي
كل اجتهاد مقامان احدهما ان صاحب الشرع هل
اراد بكلامه هذا المعنى او غيره وهل
نصب هذه العلة مدارا في نفسه

اور قول مختار اس باب مین تفصیل ہو اسطرح
کہ اگر وہ مذہب جسکی طرف جانا چاہتا ہے اُن
مذاہب مین سے ہے جن مین حکم توڑا جاتا ہے یعنی
اُن کا حکم توڑنے کے قابل ہے تو اُس شخص کو ایسے حکم
کی طرف جانا درست نہین جس کا توڑنا واجب ہے کیونکہ
اُس کا توڑنا اس لیئے واجب ہوا کہ وہ حکم باطل ہوا تھا
اگر دونون مذہب کے ماخذ قریب قریب ہین تو تقلید ایک
کی اور جانا دوسرے کیطرف درست ہے کیونکہ سلف کے
لوگ صحابہ کیوقت سے تا ظہور چارون مذاہب کے ہمیشہ
اُن علما کی تقلید کرتے رہے جو اُن کو ملتے اس امر پر
کسی ایسے شخص نے انکار نہین کیا جسکے انکار کا اعتبار
ہو اور اگر یہ بات باطل ہوتی تو بیشک انکار کرتے واللہ
اعلم بالصواب تمام ہوا کلام عزالدین بن عبد السلام کا
اور جب تمہاری نزدیک ثابت ہوگا جو کچھ کہ ہم نے
بیان کیا ہے تو تم کو معلوم ہو جایگا کہ جس حکم مین
مجتہد اپنے اجتہاد سے گفتگو کرتا ہے وہ شارع علیہ
الصلوٰت والتسلیمات کیطرف منسوب ہوتا ہے خواہ
آپ کے الفاظ مبارک کیطرف یا اُس علت کیطرف
جو آپ کے الفاظ سے لی گئی ہے اور جب معاملہ
اس طرح پر ہے تو ہر ایک اجتہاد مین دو مقام
قابل لحاظ ہین اول یہ کہ شارع علیہ السلام نے
آیا اپنے کلام پاک سے یہی معنے مراد لیئے ہین یا دوسرے
معنی اور آیا آپ نے اسی علت کو اپنے دل مین ٹھہرایا

واستباحوا ما اجمعوا على اباحته وفعل
ما اجمعوا على استحبابه واجتنب
ما اجمعوا على كراهته ومن اخذ
بما اختلفوا فيه فله حالان احدهما
ان يكون المختلف فيه مما ينقض الحكم
به فهذا لا سبيل الى التقليد فيه
لانه خطأ محض وما حكم فيه
بالنقض الا لكونه خطأ بعيدا
من نفس الشرع ومأخذه ورعاية
حكمه الثانية ان يكون مما
لا ينقض الحكم به فلا بأس بفعله
ولا بتركه اذا قلد فيه بعض العلماء
لان الناس لم يزالوا على ذلك
يسألون من اتفق من العلماء
من غير تقييد بمذهب ولا انكار على
احد من السائلين الى ان ظهرت هذه
المذاهب ومتعصبوها من المقلدين
فان احدهم يتبع امامه مع بعد
مذهبه عن الادلة مقلدا له
فيما قال فكانه نبي ارسل اليه
وهذا نأى عن الحق وبعد عن الصواب لا يرضى
به احد من اولى الالباب انتهى وقال من قلد اماما
من الائمة ثم اراد تقليد غيره فهل له ذلك فيه خلاف

اور مباح جانا اُس شے کو جسکی اباحت پر علما نے اتفاق کیا
اور وہ کام کیا جسکے مستحب ہونے پر سب نے اجماع کیا اور کنارہ
کیا اُس فعل سے جسکے مکروہ ہونے پر علما متفق ہین اور جس نے
ایسی چیز کو اختیار کیا جس مین علما اختلاف رکھتے ہین تو اُسکی
دو حال ہین ایک یہ کہ مختلف فیہ اُن مین سے ہو جس سے حکم حاکم
شرع ٹوٹتا ہو تو اس قسم کے مختلف فیہ مین تقلید کی کوئی
صورت نہین کیونکہ وہ نری خطا ہی اور حکم شرع اسمین اسی لیے
ٹوٹا کہ وہ ایسی خطا ہی کہ نفس شریعت اور اسکے ماخذ اور اُسکے
حکم کی رعایت سے بعید ہی۔ دوسرا حال یہ ہی کہ مختلف فیہ
ایسی چیز نہین ہی جس سے حکم شرع ٹوٹتا ہو تو ایسے مختلف
فیہ کے کرنیکا کچھ مضائقہ نہین نہ اُس کے ترک مین کھٹکا
بشرطیکہ اُس مین کسی عالم کی تقلید کرے کیونکہ آدمی ہمیشہ
سے یہی کرتے رہے کہ علما مین جو ملگیا اُس سے دریافت
کر لیتے تھے بدون قید کسی مذہب کے اور بدون انکار کے
سائلون مین سے کسی پر یہانتک کہ یہ مذاہب اور ان کے
متعصب پیدا ہوئے کہ اُنہین سے ایک اپنے امام کی پیری کرتا ہی
باوجودیکہ اُسکا مذہب دلائل سے دور ہی مگر وہ امام کے قول مین
اُسکی تقلید کرتا ہی گویا امام ایک پیغمبر مرسل ہی اور یہ تعصب حق
اور صواب سے بعید ہی کوئی اہل عقل مین سے اس سے راضی
نہین تمام ہوا مقولہ عز الدین بن عبد السلام کا۔ اور نیز
اُنھون نے کہا کہ جو شخص چارون امامون مین سے ایک امام کا
مقلد ہو پھر دوسرے امام کی تقلید کرنی چاہے تو یہ امر اُسکو درست
ہی یا نہین اسمین علما کا اختلاف ہی۔۔۔

فاجتهاده باطل ظنا وان كان المجتهدان جميعًا قد سلكا ما ينبغي لهما ان يسلكاه ولم يخالفا حديثًا صحيحًا ولا امرًا ينقض اجتهاد القاضي والمفتي في خلافه فهما جميعًا على الحق هذا والله اعلم

باب ۳ تاكيد الاخذ بهذه المذاهب الاربعة والتشديد في تركها والخروج عنها

اعلم ان في الاخذ بهذه المذاهب الاربعة مصلحة عظيمة وفي الاعراض عنها كلها مفسدة كبيرة ونحن نبين ذلك بوجوه احدها ان الامة اجمعت على ان يعتمدوا على السلف في معرفة الشريعة فالتابعون اعتمدوا في ذلك على الصحابة وتبع التابعين اعتمدوا على التابعين وهكذا في كل طبقة اعتمد العلماء على من قبلهم والعقل يدل على حسن ذلك لان الشريعة لا يعرف الا بالنقل والاستنباط والنقل لا يستقيم الا بان ياخذ كل طبقة عمن قبلها بالاتصال ولا بد في الاستنباط ان يعرف مذاهب المتقدمين كيلا يخرج من اقوالهم فيخرق الاجماع

تو اس کا اجتہاد بگمان غالب باطل ہوگا۔ اور اگر دونون مجتہد اجتہاد کرلیے ہین وہی چال چلے جو انکو چلنا مناسب تھا اور کسی حدیث صحیح کا خلاف دونون نے نہین کیا اور نہ ایسے امر کے مخالف ہوے کہ اُسکے خلاف کرنے سے اجتہاد قاضی اور مفتی کا ٹوٹتا ہو تو اس صورتمین دونون مجتہد برحق ہون گے اسبات کو یاد رکھو واللہ اعلم

باب سوم ان چارون مذہبونکے اختیار کرنے کی تاکید اور انکو چھوڑنے اور ان سے باہر نکلنے کی ممانعت شدید مین

جاننا چاہیے کہ ان چارون مذہبون کے اختیار کرنے مین ایک بڑی مصلحت ہی اور ان سب کے سب سے روگردانی کرنے مین بڑا فساد ہی اور ہم اس بات کو کئی وجہون سے بیان کرتے ہین۔ وجہ اول یہ ہی کہ امت نے اس بات پر اجماع کیا ہی کہ شریعت کے معلوم کرنے مین سلف پر اعتماد کرین مثلاً تابعین نے اس بارہ مین صحابہ پر اور تبع تابعین نے تابعین پر اعتماد کیا اور اسی طرح ہر طبقہ مین علما نے اپنے پہلے علما پر اعتماد کیا اور اس امر کی خوبی پر عقل بھی دلالت کرتی ہے کیونکہ شریعت دوہی باتون سے معلوم ہوتی ہے ایک نقل دوم استنباط اور نقل اسی طرح سے ٹھیک ہوتی ہے کہ ہر طبقہ اپنے پہلے طبقہ سے پیہم لیتا چلا آوے اور استنباط مین ضروری بات یہ ہی کہ مذہب پہلون کے جانے اس وجہ سے کہ انکے اقوال سے باہر نہو جاوے نہ اجماع کے مخالف ہوگا

حينئذ ما تكلم بالحكم المنصوص عليه او لا فان كان بحث التصويب بالنظر الى هذا المقام فاحد المجتهدين لا بعينه مصيب دون الآخر وثانيهما ان من جملة احكام الشرع انه صلى الله عليه وآله وسلم عهد الى امته صريحا او دلالة انه متى اختلف عليهم نصوصه او اختلف عليهم معانى نص من نصوصه فهم مامورون بالاجتهاد واستفراغ الطاقة فى معرفة ما هو الحق من ذلك فاذا تعين عند مجتهد شئ من ذلك وجب عليه اتباعه كما عهد اليهم انه متى اشتبه عليهم القبلة فى الليلة الظلماء يجب عليهم ان يتحروا ويصلوا الى جهة وقع تحريهم عليها فهذا حكم علقه الشرع بوجود التحرى كما علق وجوب الصلوة بالوقت وكما علق تكليف الصبى ببلوغه فان كان البحث بالنظر الى هذا المقام نظر فان كانت المسئلة مما ينقض فيه اجتهاد المجتهد فاجتهاده باطل قطعا وان كان فيها حديث صحيح وقد حكم بخلافه

جب کہ حکم مصرح کو بیان فرمایا تھا یا نہین تو اگر بر صواب کہنا دو مجتہدون کا بلحاظ اس مقام کے ہی تو دونو مین سے ایک مجتہد صواب پر ہی بدون تعیین کے دوسرا صواب پر نہین۔ دوسرا مقام یہ ہی کہ منجملہ احکام شریعت کے ایک یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کو بصراحت یا بدلالت یہ ارشاد فرمایا ہے کہ جب انپر آپکے احکام مختلف ہون یا آپ کی نصوص مین سے کسی نص کے معنی اُن پر مختلف ہون تو اُن کو حکم ہی کہ اجتہاد کرین اور اُن اختلافی احکام اور معانی مین سے امر حق معلوم کرنیمین خوب طبیعت کا زور لگائین پس جب کسی مجتہد کے نزدیک اُن مین سے کوئی بات معین ہوجاے کہ حق یہ ہی تو اُس پر اُسکا اتباع واجب ہی۔ جیسے آپ نے امتیون کو ارشاد فرمایا کہ جب اُن پر اندھیری رات مین قبلہ مشتبہ ہوجاے تو اُن پر واجب ہی کہ اٹکل کرین اور اُس طرف کو منھ کر کے نماز پڑھین جدھر کو اُنکی اٹکل واقع ہو تو یہ ایک حکم ہی کہ شرع نے اُسکو اٹکل کے وجود پر وابستہ کیا ہی جیسے نماز کے واجب ہونے کو وقت سے اور لڑکے کے مکلف ہوجانے کو اُس کے بالغ ہونے سے متعلق کیا تو اگر گفتگو بر صواب ہونیکی اس مقام کے اعتبار سے ہی تو یہ دیکھا جاے کہ اگر مسئلہ اُن اقسام مین سے ہو کہ اجتہاد مجتہد جدید سے پہلے مجتہد بر صواب کا اجتہاد ٹوٹتا ہی تو یہ نیا اجتہاد قطعا باطل ہے اور اگر اُس مسئلہ مین کوئی حدیث صحیح ہی اور مجتہد نے اُسکے خلاف حکم دیا

اتبعوا السواد الاعظم ولما اندرست المذاهب الحقة الا هذه الاربعة كان اتباعها اتباعا للسواد الاعظم والخروج عنها خروجا عن السواد الاعظم وثالثها ان الزمان لما طال وبعد العهد وضيعت الامانات لم يجز ان يعتمد على اقوال علماء السوء من القضاة الجورة والمفتين التابعين لاهوائهم حتى ينسبوا ما يقولون الى بعض من اشتهر من السلف بالصدق والديانة والامانة اما صريحا او دلالة وحفظ قوله ذلك ولا على قول من لا ندري هل جمع شروط الاجتهاد او لا فاذا رأينا العلماء المحققين في مذاهب السلف عسى ان يصدقوا في تخريجاتهم على اقوالهم واستنباطهم من الكتاب والسنة واما اذا لم نر منهم ذلك فهيهات وهذا المعنى الذي اشار اليه عمر بن الخطاب رضي الله عنه حيث قال يهدم الاسلام جدال المنافق بالكتاب وابن مسعود حيث قال من كان متبعا فليتبع من قد مضى

کہ پیروی کرو بڑے جتھے کی اور چونکہ سچے مذہب سوائے ان چارون مذہب کے نیست ہو گئے تو ان کی پیروی کرنی بڑے انبوہ کی پیروی کرنی ہے اور ان سے باہر نکلنا بڑے جتھے سے باہر ہونا ہے۔

اور تیسری وجہ پابندی مذہب کی یہ ہی کہ جب عمدہ زمانہ کو گذرے بہت دن ہو گئے اور عرصہ بعید پڑ گیا اور امانتین تلف کر دی گئیں تو اب اعتماد نہیں ہو سکتا علماء بد یعنی ظالم قاضیون اور ہوا پرست مفتیون کے اقوال پر جنکی شرارت یہان تک ہی کہ اپنے قول کو سلف کے ایسے شخص کیطرف بصراحت یا بدلالت منسوب کرتے ہین جو صدق اور دیانت اور امانت مین مشہور اور اسکا وہ قول زبانون پر مذکور رہو۔ اور نہ اُس شخص کے قول پر اعتماد ہو سکتا ہی کہ ہم نہین جانتے کہ آیا شرطین اجتہاد کی رکھتا ہی یا نہین۔ پس جب ہم علما کو دیکھین کہ سلف کے مذاہب مین ثابت قدم ہین تو غالب ہے کہ وہ مسائل جو یہ علما سلف کے اقوال کے بموجب نکالین یا خود کتاب وسُنت سے استنباط کرین ان مین علماء مذکور راست جانے جائینگے اور جب علما مین ہم یہ بات نہ دیکھین تو اُن کے اقوال کو راست جاننا بعید ہی۔ اور یہی مضمون ہی جس کیطرف حضرت عمر فاروق نے اشارہ کیا فرمایا کہ اسلام کو تباہ کریگا منافق کا جھگڑنا قرآن سے اور حضرت ابن مسعود نے بھی اُسکی طرف اشارہ کیا کہ کہا جو کوئی پیروی کرنیوالا ہو تو چاہیئے کہ پیروی ان کی کرے جو گذر گئے۔

ولیبنی علیها ویستعین فی ذلک بمن
سبقه لان جمیع الصناعات کالصرف
والنحو والطب والشعر والحدادة والنجارة
والصیاغة لم یتیسر لاحد الا بملازمة
اهلها وغیر ذلک نادر بعید لم یقع
وان کان جائزا فی العقل واذا
تعین الاعتماد علی اقاویل السلف فلابد
من ان یکون اقوالهم التی یعتمد
علیها مرویة بالاسناد الصحیح او
مدونة فی کتب مشهورة وان
یکون مخدومة بان یبین الراجح
من محتملاتها وتخصص عمومها
فی بعض المواضع وتقید مطلقها
فی بعض المواضع ویجمع المختلف فیها
ویبین علل احکامها والا لم یصح
الاعتماد علیها ولیس مذهب فی هذه
الازمنة المتاخرة بهذه الصفة الا
هذه المذاهب الاربعة
اللهم الا مذهب الامامیة والزیدیة
وهم اهل البدعة
لا یجوز الاعتماد
علی اقاویلهم
وثانیا قال رسول الله صلی الله علیه واله وسلم

اور اس وجہ سے کہ پہلون کے مذاہب پر اپنا قول مبنی
کرے اور اس وجہ سے کہ استنباط مین اپنے گذشتون سے
اعانت لے کیونکہ سب فنون مثل صرف اور نحو اور طب اور
شعر اور آہنگری اور درودگری اور زرگری کے کسی کو
جب ہی میسر ہوئے ہین کہ اُس فن کے ماہر کی خدمت گذاری
کرے اور دوسری طرح آجانا کم اور بعید از قیاس ہے کہ کبھی
ہوا نہین اگرچہ عقل کے نزدیک اور طرح بھی ممکن ہے۔ اور
جب اقوال سلف پر اعتماد کرنا ثابت ہوا تو اب یہ ضرور ہے
کہ اُن کے وہ اقوال جنپر اعتماد کیا جائے یا تو سند صحیح
سے روایت کیئے گئے ہون یا مشہور کتابون مین قلم
بند ہون اور یہ بھی ضرور ہے کہ اُن اقوال پر بحث کی گئی
ہو اس طرح کہ جن مضامین کا احتمال اُن مین ہو اُنمین
سے احتمال راجح کا بیان کر دیا جاوے اور عام اقوال
بعض مواضع مین مخصوص کیئے جائین اور اقوال مطلق کو
بعض موقعون مین مقید کیا جائے اور جن اقوال مین
اختلاف ہو اُن مین مطابقت کی جائے اور اُن کے
احکام کی علتین بیان کی جائین اور اگر یہ باتین اُن اقوال
مین مشرح نہون گی تو اُن پر اعتماد درست نہوگا اور
ان اخیر قرنون مین کوئی مذہب اس صفت کا سوائے
ان چارون مذہبون کے نہین مگر ہان امامیہ و زیدیہ
کا مذہب ہے اور وہ فرقہ بدعت والے ہین اُن کے اقوال
پر اعتماد کرنا درست نہین۔
اور دوسری وجہ پابندی مذہب کی یہ ہے کہ رسول خدا صلعم نے فرمایا

اوجميع اقوال الشافعي رح اوجميع اقوال
احمد رح ولا يترك قول من اتبع منهم او من
غيرهم الى قول غيره ولم يعتمد على ما جاء
في القرآن والسنة غير صارف
ذلك الى قول انسان بعينه انه قد
خالف اجماع الامة كلها اولها
عن آخرها بيقين لا اشكال فيه وانه
لا يجد لنفسه سلفا ولا اماما في جميع
الاعصار المحمودة الثلثة فقد اتبع غير
سبيل المومنين نعوذ بالله من هذه
المنزلة وايضا فان هؤلاء الفقهاء
كلهم قد نهوا عن تقليدهم و
تقليد غيرهم فقد خالفهم من قلدهم
وايضا فما الذي جعل رجلا من
هولاء او من غيرهم اولى بان يقلد
من عمر بن الخطاب رض او علي بن
ابي طالب رضي الله عنه او ابن
مسعود رض او ابن عمر رض او ابن عباس رض
او عائشة ام المؤمنين رض فلو ساغ
التقليد لكان كل
واحد من هؤلاء احق
بان يتبع من غيره
انتهى

یا سب اقوال امام شافعی رح کے یا سب اقوال امام
احمد رح کے اختیار کرے اور ان مین سے جسکا اتباع
کرے یا جس دوسرے شخص کا مقلد ہو اُس کے قول کو
چھوڑ کر دوسرے کا قول نہ مانے اور جو کچھ قرآن اور
حدیث مین آیا ہے اُس پر بدون پرتالنے کے انسان
معین کے قول سے اعتماد نکرے تو وہ اپنے آپ کو
سمجھ لے کہ اُس نے ساری اُمت کا شروع سے آخر تک
یقینا خلاف کیا اس مین کچھ شبہہ نہین اور یہ بھی جانلے
کہ وہ اپنے لیئے تینون بہتر زمانون مین اس باب مین
کوئی پیشوا اور امام نہ پاویگا تو بے شک اُس نے
سب مسلمانون کی راہ کے سوا اختیار کی۔ اور نیز ان
سب فقہانے اپنی تقلید کرنے سے اور دوسرونکی
تقلید کرنے سے منع کیا ہے تو جو کوئی اُن کی تقلید
کرتا ہے وہ اُن کے حکم کے خلاف کرتا ہے۔ اور عدم
جواز تقلید کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ وہ کون سی
بات ہے جسنے ان ائمہ مین سے یا ان کے سوا اور ونمین
سے ایک شخص کو تقلید کیا جانے کے واسطے بہتر کر دیا
بہ نسبت حضرت عمر فاروق یا علے مرتضے یا ابن
مسعود یا ابن عمر یا ابن عباس یا ام المومنین
عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہم اجمعین کے پس اگر
تقلید کسی کی درست ہوتی تو ان حضرات موصوفین
مین سے ہر ایک بہ نسبت دوسرے شخصون کے تقلید
کیئے جانیکا زیادہ مستحق تھا تمام ہوا قول ابن حزم کا۔

فسا ذهب اليه ابن حزم حيث قال التقليد
حرام و لا يحل لاحد ان يأخذ
قول احد غير رسول الله صلى الله
عليه وسلم بلا برهان لقوله تعالى
اتبعوا ما انزل اليكم من ربكم
ولا تتبعوا من دونه اولياء وقوله تعالى
واذا قيل لهم اتبعوا ما انزل الله قالوا بل
نتبع ما الفينا عليه اباءنا وقال الله تعالى
مادحا لمن لم يقلد فبشر عباد الذين يستمعون
القول فيتبعون احسنه اولئك الذين
هداهم الله واولئك هم اولوا الالباب وقال تعالى
فان تنازعتم في شيء فردوه الى الله والرسول
ان كنتم تؤمنون بالله واليوم الآخر فلم يبح الله تعالى
الرد عند التنازع الى احد دون القرآن
والسنة وحرم بذلك الرد عند
التنازع الى قول قائل لانه غير القرآن والسنة
وقد صح اجماع الصحابة كلهم اولهم عن آخرهم
واجماع التابعين اولهم عن آخرهم واجماع تبع
التابعين اولهم عن آخرهم على الامتناع والمنع
من ان يقصد احد الى قول انسان منهم
او ممن قبلهم فيأخذه كله فليعلم
من اخذ بجميع اقوال ابي حنيفة
او جميع اقوال مالك رحمه الله

تو جس بات کی طرف ابن حزم مائل ہوا ہے جو کہتا ہے کہ
تقلید حرام ہے اور کسی کو حلال نہیں کہ کسی کا قول بے
دلیل سوائے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے مان لے اسلئے
کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اتبعوا ما انزل الیکم من ربکم
ولا تتبعوا من دونہ اولیاء اور نیز فرمایا واذا قیل
لہم اتبعوا ما انزل اللہ قالوا بل نتبع ما الفینا علیہ اباءنا
اور نیز تعریف میں اُن لوگوں کی جو تقلید نہیں کرتے
فرمایا فبشر عباد الذین یستمعون القول فیتبعون
احسنہ اولئک الذین ہدیہم اللہ واولئک ہم اولو
الالباب اور نیز فرمایا فان تنازعتم فی شیء فردوہ الی اللہ
والرسول ان کنتم تؤمنون باللہ والیوم الآخر
تو اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مباح نہیں فرمایا
جھگڑے کیوقت رجوع کرنا کسی کی طرف سوائے قرآن
وحدیث کے اور اسی آیت سے حرام فرمایا جھگڑے
کیوقت رجوع کرنا کسی کو بندہ کے قول کیطرف اس وجہ
سے کہ وہ قول قرآن وحدیث کے غیر ہے۔ اور صحیح ہو چکا
ہے اجماع تمام صحابہ کا شروع سے آخر تک اور تمام
تابعین اور تبع تابعین کا اول سے آخر تک خود بازرہنے
اور دوسرے کے منع کرنے پر اس بات سے کہ کوئی قصد
کرے کسی انسان معین کے قول کا خواہ وہ انسان انھیں
میں سے ہو یا اُنسے پہلے لوگوں میں سے اور اسکے سارے
قول اختیار کرے۔ تو اب جان لے وہ شخص کہ اختیار کرے
سب اقوال امام ابوحنیفہ رح کے یا سب اقوال امام مالک کے

لم يزل الناس يسألون من اتفق
من العلماء من غير تقييد بمذهب
ولا انكار على احد من السائلين
الى ان ظهرت هذه المذاهب
ومتعصبوها من المقلدين فان
احدهم يتبع امامه مع بعد مذهبه
عن الادلة مقلدا له فيما قال كانه
نبي ارسل اليه وهذا نأى عن الحق
وبعد عن الصواب لا يرضى به احد
من اولى الالباب وقال الامام ابو
شامة ينبغي لمن اشتغل بالفقه
ان لا يقتصر على مذهب امام و
يعتقد في كل مسئلة صحة
ما كان اقرب الى دلالة الكتاب والسنة
المحكمة وذلك سهل عليه اذا كان اتقن
معظم العلوم المتقدمة وليجتنب
التعصب والنظر في طرائق الخلاف
فانها مضيعة للزمان ولصفوه
مكدرة فقد صح عن الشافعي انه
نهى عن تقليده وعن تقليد غيره
قال صاحبه المزني في اول مختصره
اختصرت هذا من علم الشافعي
رحمة الله عليه ومن معنى قوله لا

آدمی ہمیشہ سے یہی کرتے رہے کہ علما میں جو ملگیا اُس
سے دریافت کرلیتے تھے بدون قید کسی مذہب کے اور
بدون انکار کے سائلون میں سے کسی پر یہان تک کہ
یہ مذاہب اور اُن کے متعصب پیدا ہوئے کہ انمین
سے ایک اپنے امام کی پیروی کرتا ہے باوجودیکہ اسکا
مذہب دلائل سے دور ہو مگر جس بات کو اس نے کہا ہو
اُس مین اسی کی تقلید کرتا ہے گویا وہ امام پیغمبر مرسل
ہے اور یہ تعصب حق اور صواب سے بعید ہے کوئی
عاقل اس کو پسند نکریگا (یہ قول صفحہ ۲۰ مین بھی گذرچکا
ہی) اور امام ابو شامہ نے کہا کہ جو عالم فقہ مین مصروف
ہو اُس کو مناسب ہو کہ ایک امام کے مذہب پر اکتفا
نکرے اور ہر مسئلہ مین اسی کی صحت کا اعتقاد رکھے
جو قرآن اور حدیث واضح کی دلالت سے قریب تر ہو
اور یہ بات اس پر آسان ہے بشرطیکہ پیشتر کے علوم
مین سے بڑا حصہ خوب جانتا ہو اور یہ بھی چاہیئے کہ
تعصب اور خلاف کے طریقون مین غور کرنے سے
کنارہ کرے کیونکہ یہ باتین وقت کو ضائع اور اس کی
صفائی کو مکدر کرتی ہین۔ اور امام شافعی سے بحجت
پایۂ صحت کو پہونچا ہے کہ انھون نے اپنی تقلید
کرنے اور اپنے سوا دوسرے کی تقلید کرنے سے
منع کیا ہے چنانچہ اُن کے شاگرد مزنی نے اپنی
کتاب مختصر کے شروع مین کہا ہے کہ اس کتاب کو مین
نے امام شافعی رح کے معلومات اور اُن کے قول کے

انما يتم فی من له ضرب من الاجتهاد ولو فی مسئلة واحدة وفيمن ظهر عليه ظهورا بينا ان النبی صلی الله عليه واله وسلم امر بكذا او نهی عن كذا او انه ليس بمنسوخ اما بان يتتبع الاحاديث واقوال المخالف والموافق فی المسئلة فلا يجد لها نسخا او بان يری جما غفيرا من المتبحرين فی العلم يذهبون اليه ويری المخالف له لا يحتج الا بقياس او استنباط او نحو ذلك فحينئذ لا سبب لمخالفة حديث النبی صلی الله عليه واله وسلم الا نفاق خفی او حمق جلی وهذا هو الذی اشار اليه الشيخ عز الدين بن عبد السلام حيث قال ومن العجب العجيب ان الفقهاء المقلدين يقف احدهم علی ضعف ماخذ امامه بحيث لا يجد لضعفه مدفعا ومع ذلك يقلده فيه ويترك من شهد الكتاب والسنة والاقيسة الصحيحة لمذهبهم جمودا علی تقليد امامه بل يتحيل لدفع ظاهر الكتاب والسنة ويتاولهما بالتاويلات البعيدة الباطلة نضالا عن مقلده وقال

تو یہ قول ابن حزم کا صرف تین شخصون کے حق مین پورا صادق آتا ہی اول اُس شخص کے حق مین کہ جسقدر اجتہاد رکھتا ہی اگرچہ ایک ہی مسئلہ مین ہو اور اُسپر صاف ظاہر ہو گیا ہو کہ پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم نے فلان چیز کا حکم فرمایا خواہ اُس چیز سے منع فرمایا اور یہ آپ کا ارشاد منسوخ نہین اور منسوخ ہونا اس طرح معلوم کیا کہ احادیث کی تلاش کی اور مسئلہ مین اقوال مخالف و موافق کے دیکھے کہین منسوخ ہونا نپایا یا اسطرح کہ انبوہ کثیر بڑے علامہ علما کو دیکھا کہ وہ اُس ارشاد کو اختیار کرتے ہین اور اُسکے مخالف کو دیکھا تو سوائے قیاس یا استنباط وغیرہ کے اور حجت نہین پکڑتا تو اس صورت مین حدیث پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم کے خلاف کرنیکا سبب بجز نفاق باطنی اور حماقت ظاہری کے اور کچھ نہین اور یہ ہی بات ہی جس کی طرف شیخ عزالدین بن عبدالسلام نے اشارہ کیا ہی چنانچہ کہا ہی کہ بڑے تعجب کی بات ہی کہ تقلید کرنے والے فقیہون مین سے ایک شخص اپنے امام کی سند کا ضعف ایسی طرح معلوم کرتا ہے کہ اُس کو ٹال نہین سکتا پھر بھی اُس مسئلہ مین اُسی کی تقلید کرتا ہے اور جن لوگون کے مذہب پر قرآن اور حدیث اور قیاس صحیح شاہد ہون اُن کو اپنے امام کی تقلید پر جما رہنے کی وجہ سے ترک کرتا ہی بلکہ ظاہر قرآن اور حدیث کے ٹالنے کا حیلہ کرتا ہے اور اپنے امام کی طرفداری کے لیے معانی ظاہر کی تاویلین بعید از عقل اور محض نکمی کرتا ہے اور یہ بھی عزالدین نے کہا ہے۔

فانّ هذا قد خالف اجماع القرون الاولی وناقض الصحابة والتابعين وليس محله فيمن لا يدين الا بقول النبي صلی الله عليه وسلم ولا يعتقد حلالا الا ما احلّه الله ورسوله ولا حراما الا ما حرّمه الله ورسوله لكن لما لم يكن له علم بما قاله النبي صلی الله عليه وآله واصحابه وسلم ولا بطريق الجمع بين المختلفات من كلامه ولا بطريق الاستنباط من كلامه اتبع عالما راشدا علی انه مصيب فيما يقول ويفتي ظاهرا متبع سنة رسول الله صلی الله عليه وآله وسلم فان ظهر خلاف ما يظنه اقلع من ساعته من غير جدال ولا اصرار فهذا كيف ينكره احد مع ان الاستفتاء والافتاء لم يزل بين المسلمين من عهد النبي صلی الله عليه وآله وسلم ولا فرق بين ان يستفتي هذا دائما او يستفتي هذا حينا وهذا حينا بعد ان يكون مجمعا علی ما ذكرناه كيف لا ولم نؤمن بفقيه اياً كان انه اوحی الله اليه الفقه

کیونکہ اس شخص نے البتہ پہلے قرنوں کے اجماع کا خلاف کیا اور صحابہ اور تابعین کے عمل کا اُلٹا کیا۔ اور ابن حزم کے قول کا محل ایسے شخص کے حق میں نہیں جو دین وہی اختیار کرے جو پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہوا اور حلال اُسی چیز کو اعتقاد کرے جسکو اللہ اور اُس کے رسول نے حلال فرمایا اور حرام ہی چیز جانے جسکو خدا اور رسول نے حرام کیا لیکن چونکہ اس کو علم پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم کے اقوال کا نہین اور نہ آپ کی مختلف تقریرون کو مطابق کرنا جانتا ہی اور نہ آپکے کلام مبارک سے مسائل کے نکالنے کا ڈھنگ اُس کو آتا ہی اسلیئے کسی نیک عالم کی تقلید کرلی اس گمان پر کہ جو بات یہ کہتا ہے اور ظاہر مین فتویٰ دیتا ہے سب مین صواب پر ہی اور سنت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا تابع ہی اور اگر اُسکے گمان کے خلاف ظاہر ہو تو بدون جھگڑے اور ہٹ کے فورا باز رہے۔ تو اس کا کوئی کیسے انکار کرے گا کہ حکم پوچھنا اور حکم بتانا تو مسلمانون مین زمانہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم سے برابر رہا ہی اور اس مین کچھ فرق نہین کہ ہمیشہ ایک ہی عالم سے فتویٰ دریافت کرے یا کبھی اس سے دریافت کرے کبھی دوسرے سے بشرطیکہ عزم وہی رکھتا ہو جو ہمنے ذکر کیا یعنی خلاف کے ظاہر ہونے پر باز رہیگا اور کیسے باز نہ رہیگا حالانکہ ہم کسی عالم پر کوئی ہو اسبات پر ایمان نہین لائے کہ اللہ تعالی نے فقہ کی وحی اُسکو کی

لا قربة على من اراد مع اعلامه نهيه
عن تقليده وتقليد غيره لينظر فيه
لدينه ويحتاط لنفسه اى مع اعلامه
من اراد علم الشافعى
نهى الشافعى عن تقليده
وتقليد غيره

انتهى

وفيمن يكون عاميا ويقلد رجلاً
من الفقهاء بعينه يرى انه يمتنع
من مثله الخطأ وان ما قاله هو
الصواب البتة واضمر فى قلبه
ان لا يترك تقليده وان ظهر
الدليل على خلافه وذلك ما رواه
الترمذى عن عدى بن حاتم انه
قال سمعت رسول الله صلى الله عليه
وآله وسلم يقرأ اتخذوا احبارهم ورهبانهم
اربابا من دون الله قال انهم لم يكونوا يعبدونهم
ولكنهم كانوا اذا احلوا لهم شيئا استحلوه واذا
حرموا عليهم شيئا حرموه

وفيمن لا يجوز ان يستفتى الحنفى مثلا فقيها
شافعيا وبالعكس ولا يجوز ان يقتدى الحنفى
بامام شافعى مثلا

اس مضمون سے اکہ قریب دو ن علم کو اُس شخص پر کہ اُسکو چاہے
با وجود یہ بتا دینے کے شخص مذکور کو منع کرنا امام کا اپنی
تقلید اور کسی دوسرے کی تقلید سے تاکہ وہ شخص اس مختصر
مین اپنے دین کی درستی کے لیئے غور کرے اور اپنے نفس
کی خاطر احتیاط کی راہ چلے یعنی جو شخص امام شافعی کے
معلومات کی خواہش رکھتا ہے مین اُس کو یہ بھی جتا دونگا
کہ شافعی رحمہ نے اپنی اور کسی دوسرے کی تقلید کرنے
سے منع کیا ہے تمام ہوا قول ابو شامہ کا۔

دوسرے اُس شخص کے حق مین ابن حزم کا قول صادق
آتا ہی کہ وہ شخص عامی ہو اور کسی فقیہ معین کی تقلید کرے
اِس اعتقاد سے کہ اس جیسے فقیہ سے خطا ہونی محال ہی
اور جو کچھ اس نے کہدیا ہی وہی ٹھیک ہی اور دلمین یہ
ٹھان لی کہ اسکی تقلید نہ چھوڑونگا اگرچہ دلیل اُسکے خلاف
ظاہر ہوا اور اسکی مثال یہ حدیث ہی جو ترمذی نے عدی
بن حاتم سے روایت کی کہ انھون نے کہا کہ مین نے سُنا
رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو کہ آپ یہ پڑھتے تھے اتخذوا
احبارہم ورہبانہم اربابا من دون اللہ۔ فرمایا کہ وہ لوگ
علما کی پرستش نکرتے تھے بلکہ جب علما اُن کے لیئے کوئی چیز
حلال کر دیتے تو وہ اس کو حلال جانتے اور جب کسی چیز کو
اُن پر حرام کر دیتے تو اس کو حرام سمجھتے۔

تیسرے اُس شخص کے حق مین صادق آتا ہی جو جائز نہین رکھتا کہ
مثلاً حنفی شخص شافعی فقیہ سے فتوی پوچھے اور شافعی حنفی سے
اور نہ یہ جائز رکھے کہ حنفی کسی شافعی امام کے پیچھے مثلاً نماز پڑھے

باب ۴ اختلاف الناس فی الاخذ بهذه المذاهب الاربعة وما یجب علیهم من ذلك؛

اعلم ان الناس فی الاخذ بهذه المذاهب علی اربعة منازل ولكل قوم حد لا یجوز ان یتعدّوه احدها مرتبة المجتهد المطلق المنتسب الی صاحب مذهب من تلك المذاهب وثانیها مرتبة المخرّج وهو المجتهد فی المذهب وثالثها مرتبة المتبحّر فی المذهب الذی حفظ المذهب واتقنه وهو یفتی بما اتقن وحفظ من مذهب اصحابه ورابعها المقلد المتعرّف الذی یستفتی علماء المذاهب ویعمل علی فتواهم وكتب القوم مشحونة بشروط كل منزل واحكامه الّا انّ من الناس من لا یمیّز بین المنازل فیخلط فی تلك الاحكام ویظنّها متناقضة فاردنا ان نجعل لكل منزل فصلا و نشیر الی احكام كل منزل علیحدة

فصل

فی المجتهد المطلق المنتسب

وقد قدّمنا شرطه فلا نعیده

باب چہارم لوگون کے اختلاف مین ان چارون مذہبون کے اختیار کرنے مین اور اس مین سے جسقدر ان پر واجب ہی اُس کے بیان مین —

جاننا چاہیئے کہ آدمی ان مذاہب کے اختیار کرنے مین چار مرتبے رکھتے ہین اور ہر مرتبے والون کی ایک حد ہے کہ اُس سے بڑھنا اُن کو درست نہین اول مرتبہ مجتہد مطلق کا جو ان مذاہب مین کسی مذہب کے امام کی طرف نسبت رکھتا ہو۔ دوم مرتبہ مسائل نکال لینے والے کا یعنے مجتہد فے المذہب کا۔

سوم مرتبہ نہایت ماہر فے المذہب کا جو مذہب کو یاد کرلیتا ہے اور استوار کرتا ہے اور اپنی یاد اور حذاقت کے بموجب اپنے ائمہ کے مذہب سے مسائل کا حکم بتاتا ہے — چوتھا مرتبہ نرے مقلد کا ہے کہ مذہبون کے علما سے فتوے دریافت کرکے اُن کے فتوے کے بموجب کاربند ہوتا ہے اور لوگون کی کتابین ہر ایک مرتبے کے شرطون اور حکمون سے پر ہین مگر بعض آدمی ان مراتب مین امتیاز نہین کرتے اِس لیئے اُن احکام مین بدحواس ہوکر اُن کو ایک دوسرے کے خلاف گمان کرتے ہین لہذا ہمنے چاہا کہ ہر ایک مرتبہ کے لیئے ایک فصل مقرر کرین اور ہر مرتبہ کے احکام کیطرف جدا جدا اشارہ کرین

فصل اول بیان مین مجتہد مطلق منتسب کے)

اور ہم پیشتر اس کی شرط بیان کرچکے اب مکرر نہین کہتے

وفرض علینا طاعته وانه معصوم
فان اقتدینا بواحد منهم فذلك
لعلمنا انه عالم بکتاب الله وسنة
رسوله فلا یخلو قوله اِمّا ان یکون
من صریح الکتاب والسنة او
مستنبطا عنهما بنحو من الاستنباط
او عرف بالقرائن ان الحکم فی صورة
ما منوط بعلة کذا واطمأن قلبه
بتلك المعرفة فقاس غیر المنصوص
علی المنصوص فکانه یقول ظننت
ان رسول الله صلی الله علیه وسلم قال
کلما وجدت هذه العلة فالحکم ثمه
هکذا والمقیس مندرج فی هذا
العموم فهذا ایضا معزو الی النبی صلی
الله علیه واله وسلم ولکن فی طریقه
ظنون ولولا ذلك لما قلد مؤمن
لمجتهد فان بلغنا حدیث من الرسول
المعصوم الذی فرض الله علینا
طاعته بسند صالح یدل علی خلاف
مذهبه وترکنا حدیثه واتبعنا ذلك
التخمین فمن اظلم منا وما عذرنا
یوم یقوم الناس
لرب العالمین

اور ہمپر اُس کی فرمانبرداری فرض فرمائی اور وہ فقیہ
خطاسے محفوظ ہے۔ پھر اگر ہم اُن فقہا مین سے کسی کا
اقتدا کرتے ہین تو اس کا سبب یہ ہے کہ ہم جانتے ہین کہ
وہ قرآن اور حدیث کا عالم ہے اس صورت مین اُسکا قول
تین حال سے خالی نہین یا صریح قرآن وحدیث سے ہوگا
یا کسی قسم کے استنباط کے ذریعے سے قرآن وحدیث سے نکالا
ہوگا یا اُس نے قرینون سے معلوم کیا ہوگا کہ حکم فلان صورت مین
فلان علت پر لگا ہے اور اس معلوم کرنے پر اُسکے دل کو
اطمینان ہوگیا تو اُسنے غیر مصرح صورت کو اس صورت پر
قیاس کیا جسمین حکم کی تصریح تھی تو گویا وہ یہ کہتا ہے کہ
مین گمان کرتا ہون کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
کہ جہان کہین یہ علت پائی جائیگی وہان ایسا حکم ہوگا پس
جس صورت کو اسنے قیاس کیا ہے وہ اس عموم مین داخل ہے تو
یہ اُس کا قول بھی منسوب بپیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کیطرف ہے
لیکن اُسکے طریق مین بہت گمان ہین اور اگر گمان شک و
کی صورت واقع نہوتی تو کوئی مسلمان کسی مجتہد کی تقلید
نکرتا اب گر اس صورت مین ہمکو اچھی سند سے حدیث رسول
معصوم کی پہونچے جنکی فرمانبرداری اللہ تعالے نے ہمپر فرض
فرمائی اور یہ حدیث اُس فقیہ کے مذہب کے خلاف پر دلالت
کرے اور ہم آپ کی حدیث کو ترک کرکے اُس قول ظنی اور
تخمین کے تابع رہین تو ہم سے زیادہ ستمگار کون ہوگا اور ہمارا
عذر اُس روز کیا ہوگا جس روز آدمی جہانون کے پروردگار
کے سامنے کھڑے ہون گے۔

ولم ينكروا على احد فيما اخذ منها ورأوا
في الامر سعة اذا كان يشهد الحديث
والآثار لكل جانب ثم استفرغوا جهدهم
في معرفة الاولى والارجح اما بقوة الرواية
او بعمل اكثر الصحابة به او كونه مذهب
جمهور المجتهدين او موافقا للقياس كفيئا
لنظرائه ثم عملوا بذلك الاقوى من غير
نكير على احد ممن اخذ بالقول الآخر فان لم
يجدوا في المسئلة حديثا من تينك الطبقتين
اجالوا قداح نظرهم في شواهد اقوالهم من آثار
الطبقة الثالثة من كتب الحديث والى
ما يفهم من كلامهم من الدليل والتعليل فاذا
اطمأن الخاطر بشيء اخذوا به فان لم
يطمئن بشيء مما ذكروه واطمأن
بغيره وكانت المسئلة
مما ينفذ فيه اجتهاد
المجتهد ولم يسبق فيه اجماع
وقام عندهم الدليل الصريح قالوا
بها مستعينين بالله متوكلين
عليه وهذا باب نادر الوقوع
صعب المرتقى يجتنبون

منالقه

اور جس کسی نے ان اقوال میں ایک اختیار کر لیا آپس
انکار نہ کیا اور اس معاملہ میں وسعت مدنظر رکھی بشرطیکہ
حدیث اور آثار ہر طرف کی شاہد ہوں ۔ پھر خوب محنت
اس بارے میں کی کہ اولی اور راجح تر ان میں سے
معلوم کیا خواہ روایت کے قوی ہونے سے یا اکثر صحابہ
کے اس پر کاربند ہونے سے یا اسوجہ سے کہ جمہور مجتہدین کا
مذہب ہی ہے یا یہ کہ قیاس کے موافق ۔ اور اپنی نظیرون
کے مانند ہو پھر اس قول قوی تر پر عمل کیا بدون انکار
کے کسی پر ان میں سے جنھوں نے دوسرے قول کو
اختیار کیا ۔ پھر اگر مسئلہ میں حدیث ان دو طبقون
صحابہ اور تابعین سے نہ پائی تو تیسرے طبقہ کے
آثار مندرجہ کتب حدیث سے ان کے اقوال کے شواہد
بغور دیکھے اور وجہ دلیل اور علت ان کے کلام سے سمجھی
جاتی ہے اس کو بتامل دیکھا پس اگر دل کو کسی بات
پر اطمینان ہو تو اس کو اختیار کر لیا اور اگر ان کے
بیان سے کسی بات پر دل نہ جما اور دوسری بات پر
اطمینان ہوا اور مسئلہ اس قسم کا تھا جس میں
اجتہاد مجتہد کا چل سکے اور اس امر میں پہلے کوئی
اجماع بھی نہیں ہو چکا اور ان کے نزدیک کوئی
صریح دلیل اس دوسری بات پر قائم ہوئے تو اس بات
کو اللہ تعالی سے مدد چاہکر اور اس پر بھروسا کرکے
کہہ گذرتے ہیں اور یہ صورت واقع کم ہوتی ہے اور
اس کی چڑھائی دشوار ہے اس کی پہلنے کی جگہ سے

وحاصل كل ذلك انه الجامع بين علم
الحديث والفقه المروى عن اصحابه
واصول الفقه كحال كبار العلماء
من الشافعية وهم وان كانوا اكثرين
فى انفسهم لكنهم اقلون بالنظر الى المنازل
الاخرى وحاصل صنيعهم على ما استقرأنا
من كلامهم ان تعرض المسائل المنقولة
عن مالك والشافعى وابى حنيفة والثورى
وغيرهم من المجتهدين المقبولة مذاهبهم
وفتاوهم على موطا مالك رح والصحيحين
ثم على احاديث الترمذى وابى داؤد
والنسائى فاى مسئلة وافقها السنة
نصًا او اشارة اخذوا بها وعولوا عليها
واى مسئلة خالفتها السنة مخالفة صريحة
ردوها وتركوا العمل بها واى مسئلة اختلفت
فيها الاحاديث والآثار اجتهد وا فى
تطبيق بعضها ببعض اما بحمل المفسر قاضيا على
المبهم وتنزيل كل حديث على صورة او غير ذلك
فان كانت من باب السنن
والآداب فالكل سنة وان كانت
من باب الحلال والحرام او من باب القضاء
واختلف الصحابة والتابعون والمجتهدون
جعلوها على قولين او على اقوال

اور حاصل سب بیان سابق کا یہ ہے کہ مجتہد مطلق منتسب وہ ہے کہ علم حدیث رکھتا ہو اور علم فقہ جو اُس کے ائمہ سے مروی ہو اور علم اصول فقہ رکھتا ہو جیسے حال بڑے بڑے علماء شافعیہ کا ہے اور یہ لوگ اگرچہ بذات خود اکثر ہین مگر باعتبار دوسرے مراتب کے کم ہین اور اُن کی تدبیر کا خلاصہ بموجب اُس تلاش کے جو ہم نے اُن کے کلام سے کی یہ ہے کہ اُن مسائل کو جو مالک اور شافعی اور ابو حنیفہ اور ثوری اور دوسرے مجتہدون سے منقول ہین جنکے مذہب اور فتوے مقبول ہین موطا امام مالک اور بخاری اور مسلم پر پیش کیا جائے پھر ترمذی اور ابو داؤد اور نسائی کی احادیث پر پیش کرین تو جس مسئلہ کی حدیث موافق پڑے بطور نص یا اشارہ کے اُسکو اختیار کرین اور اُسپر اعتماد کرین اور جس مسئلہ کے حدیث مخالف پڑے صریح طور سے اُسکو نہ مانین اور اُسپر عمل کرنا چھوڑ دین اور جس مسئلہ مین احادیث اور آثار مختلف ہون تو بعض کو بعض کے ساتھ مطابق کرنے مین اجتہاد کرین اسطرح کہ مفسر کو مبہم پر حکم ٹھرا دین اور ہر حدیث کو ایک صورت پر محمول کرین یا کسی اور طرح سے پس اگر وہ مسئلہ سنن اور آداب کی قسم سے ہو تو سب طرح سنت ہین اور اگر حرام اور حلال کی جنس سے یا قضا کی قسم سے ہو اور صحابہ اور تابعین اور مجتہدین اُس مین مختلف ہین تو اُس کو دو قول پر یا کئی قولون پر کر دیا

ومن دلائل الفقه ما يقدر به على معرفة
مأخذ اصحابه في اقوالهم وهو معنى ما في
الفتاوى السراجية لا ينبغي لاحد ان يفتي
الا ان يعرف اقاويل العلماء ويعلم
من اين قالوا ويعرف معاملات الناس
فان عرف اقاويل العلماء ولم يعرف مذاهبهم
فان سئل عن مسئلة يعلم ان العلماء الذين
ينتحل مذهبهم قد اتفقوا عليه فلا بأس
بان يقول هذا جائز وهذا
لا يجوز ويكون قوله على
سبيل الحكاية وان كانت
مسئلة قد اختلفوا فيها فلا بأس
بان يقول هذا جائز في قول فلان وفي
قول فلان لا يجوز وليس له
ان يختار فيجيب بقول بعضهم
ما لم يعرف حجتهم
وفي فصول العمادية
في الفصل الاول وان لم يكن
من اهل الاجتهاد لا يحل له
ان يفتي الا بطريق الحكاية
فيحكي ما يحفظ من اقوال الفقهاء
وعن ابي يوسف وزفر وعافية بن
زيد انهم قالوا

اور فقہ کے دلائل اتنے حاصل کرے کہ ان کے ذریعہ
سے اپنے ائمہ کے اقوال مین ان کا ماخذ جان سکے
اور یہی مطلب فتاوی سراجیہ کی اس عبارت کا ہے
کہ کسی کو نہین چاہیے کہ فتوے دے مگر اس صورتمین
کہ علما کے اقوال سے واقف ہو اور یہ بھی جانتا ہو
کہ انھون نے کہان سے کہا ہے اور نیز لوگون کے
معاملون سے واقف ہو تو اگر علما کے اقوال جانتا ہو
اور ان کے مذہبون سے ناواقف پس ایسی صورتمین
اگر اس سے ایسا مسئلہ پوچھا جاوے کہ اسکو معلوم ہو
کہ جن علما کا مذہب مانا جاتا ہے ان سب نے اسکے
جواز یا عدم جواز پر اتفاق کیا ہے تو کچھ مضائقہ نہین
کہ کہدے کہ یہ جائز ہے اور یہ ناجائز اور اس کا یہ
کہنا بطور حکایت اور نقل کے ہوگا اور اگر ایسا مسئلہ
ہو کہ علما نے اس مین اختلاف کیا ہو تو کچھ خوف
نہین کہ کہدے کہ فلان عالم کے قول مین جائز ہے
اور فلان کے قول مین ناجائز ہاں اس کو یہ درست
نہین کہ خود چھانٹ کر بعض علما کے قول کے بموجب
جواب دے جب تک کہ ان کی حجت سے واقف نہو
اور فصول عمادیہ کی اول فصل مین ہے کہ اگر عالم
اہل اجتہاد مین سے نہو تو اس کو حلال نہین کہ فتوی
دے مگر بطور نقل کے یعنے جو اقوال فقہا کے اسکو
یاد ہون ان کو بیان کر دے۔ اور امام ابو یوسف اور
زفر اور عافیہ بن زید سے منقول ہے کہ انھون نے کہا

اشد اجتناب وان لم يقم عندهم دليل
صريح اتبعوا السواد الاعظم واى
مسئلة ليس فيها تصريح او تعليل
صحيح من السلف استفرغوا الجهد فى
طلب نص او اشارة او ايماء من
الكتاب والسنة او اثر من الصحابة
والتابعين فان وجدوا قالوا به وليس
عندهم ان يقلدوا عالما واحدا فى
كل ما قال اطمأنت به نفوسهم اولا وان
كنت فى ريب مما ذكرنا
فعليك بكتب البيهقى وكتاب معالم السنن
وشرح السنة للبغوى فهذا طريقة المحققين
من فقهاء المحدثين وقليل ما هم وهم
غير الظاهرية من اهل الحديث
الذين لا يقولون بالقياس ولا الاجماع
وغير المتقدمين من اصحاب الحديث ممن لم يلتفتوا
الى اقوال المجتهدين اصلا ولكنهم اشبه الناس
باصحاب الحديث لانهم صنعوا فى اقوال المجتهدين
ما صنع اولئك فى مسائل الصحابة والتابعين

فصل فى المجتهد فى المذهب وفيه مسائل

مسئلة اعلم ان الواجب على المجتهد فى المذهب
ان يحصل من السنن والآثار ما يحترز به من مخالفة
الحديث الصحيح واتفاق السلف

غایت درجہ کا کنارہ کرتے ہین اور اگر اُنکے عندیہ
مین کوئی دلیل صریح قائم نہوئی تو بڑے جتھے کے قول
کا اتباع کر لیا۔ اور جس مسئلہ مین کہ تصریح اور تعلیل
صحیح سلف سے منقول نہوئی تو کامل کوشش کی قرآن اور
حدیث یا صحابہ اور تابعین کے اثر سے نص یا اشارہ یا
ایما کی جستجو مین اگر ملگئی تو اُسکو اختیار کر لیا۔ اور
اُنکے عندیہ مین یہ بات نہ تھی کہ ایک ہی عالم کی تقلید
اُسکے سب اقوال مین کرین خواہ اُسکے قول پر اُنکے دل
مطمئن ہون یا نہون۔ اور اگر تمکو ہمارے بیان مین شک
ہو تو تمکو چاہیئے کہ دیکھو بیہقی کی کتابین اور معالم السنن اور
شرح السنہ مؤلفہ بغوی کو غرضکہ محققین فقہاء اہل حدیث
کا یہ طریقہ تھا اور ایسے لوگ کم ہین اور یہ لوگ علیحدہ ہین
اہل حدیث کے فرقہ ظاہریہ سے جو نہ قیاس کے قائل نہ
اجماع کے اور نیز الگ ہین متقدمین اصحاب حدیث سے
جنھون نے مجتہدون کے اقوال پر سرے سے التفات ہی نہین کیا
بلکہ یہ لوگ اہل حدیث کے زیادہ مشابہ ہین کیونکہ اُنھون نے
مجتہدون کے اقوال مین وہی کارستانی کی جو محدثین نے
نے صحابہ اور تابعین کے مسائل مین کی۔

دوسری فصل مجتہد فی المذہب کے بیان مین
اور اُس مین تین مسئلہ ہین۔

مسئلہ اوّل جاننا چاہیئے کہ مجتہد فی المذہب پر واجب
ہے کہ سنن اور آثار اس قدر بہم پہونچا دے کہ اُنکی وجہ
سے حدیث صحیح اور اجماع سلف کی مخالفت سے بچا رہے

یفتی علی سبیل الحکایة لا علی سبیل الاجتهاد
مسئلة اعلم ان القاعدة عند محققی الفقهاء
ان المسائل علی اربعة اقسام قسم تقرر
فی ظاهر المذهب وحکمه ان یقبلوه علی
کل حال وافقت الاصول او خالفت لذلك
نری صاحب الهدایة وغیره
یتکلفون ببیان الفرق فی مسائل التجنیس
وقسم هو روایة شاذة عن ابی حنیفة
رح وصاحبیه وحکمه ان لا
یقبلوه الا اذا وافق الاصول وکم فی
الهدایة ونحوها من تصحیح لبعض
الروایات الشاذة بحال الدلیل
وقسم هو تخریج من
المتاخرین اتفق علیه جمهور
الاصحاب وحکمه انهم یفتون به
علی کل حال وقسم
هو تخریج منهم لم یتفق
علیه جمهور الاصحاب
وحکمه ان یعرضه المفتی
علی الاصول والنظائر من کلام
السلف فان وجده موافقا
لها اخذ به والا
ترکه

کہ فتوی بطور نقل عبارت کے دیتا ہو نہ اجتہاد کے طور پر
دوسرا مسئلہ - جاننا چاہیئے کہ محققین فقہا کے
نزدیک قاعدہ یہ ہے کہ مسائل فقہی چار قسم کے
ہین - اول قسم وہ ہین جو ظاہر مذہب مین ثابت
ہو چکے ہین اُن کا حکم یہ ہے کہ فقہا اُن کو ہر حال مین
قبول کرتے ہین خواہ وہ اصول فقہ کے موافق ہون یا
مخالف اور اسی وجہ سے تم مولف ہدایہ اور دوسرے
علما کو دیکھتے ہو کہ تجنیس کے مسائل مین فرق بیان
کرنے کے لیئے تکلف کرتے ہین - دوسری قسم وہ
مسائل ہین جن مین روایت شاذ ابو حنیفہ اور صاحبین
سے ہو اُن کا حکم یہ ہے کہ اُن کو پذیرا نہین کرتے مگر
اُس صورت مین کہ اصول کے موافق ہون اور
ہدایہ اور اُس جیسی اور کتابون مین تصحیح بعض روایات
شاذ کی بہت ہی دلیل کی وجہ سے - تیسری قسم وہ
مسائل ہین جنکو متاخرین نے نکالا ہے اور اُن پر
جمہور علما کا اتفاق ہے اور اُن کا حکم یہ ہے کہ فقہا
اُن کے بموجب ہر حال مین فتوے دیتے ہین -
چوتھی قسم وہ مسائل ہین کہ متاخرین ہی نے نکالے
ہین مگر اُن پر جمہور علما متفق نہین ہوے اور اُن کا
حکم یہ ہے کہ مفتی اُن کو اصول پر اور کلام سلف
کی نظیرون پر پیش کرے پس اگر اُن کو موافق
اصول اور نظیرون کے پاوے تو اُن کو اختیار کرے
اور اگر موافق نہ پاوے تو اُن کو ترک کرے -

لا یحل لاحد ان یفتی بقولنا ما لم یعلم من این
قلنا و فیها ایضا عن بعضهم قالوا ان
الرجل حفظ جمیع کتب اصحابنا لا بد ان
یتلمذ للفتوی حتی یهتدی الیه لان
کثیرا من المسائل اجاب عنها
اصحابنا علی عادة اهل بلدهم
و معاملاتهم فینبغی لکل مفتی
ان ینظر الی عادة اهل بلده و زمانه
فیما لا یخالف الشریعة و فی عمدة الاحکام
من المحیط فاما اهل الاجتهاد
من یکون عالما بالکتاب والسنة
والاثار و وجوه الفقه

و فی الخانیة

نقل عن بعضهم لا بد للاجتهاد
من حفظ المبسوط و معرفة
الناسخ والمنسوخ والمحکم والمأوّل
والعلم بعادات الناس وعرفهم
و فی السراجیة قیل ادنی الشروط
للاجتهاد حفظ المبسوط ذکر هذه
الروایات فی خزانة المفتین اقول هذه
العبارات معناها الفرق بین المفتی الذی هو
صاحب تخریج و بین المفتی الذی
هو متبحر فی مذهب اصحابه

کہ کسی کو حلال نہین کہ ہمارے قول کے بموجب فتویٰ
دے جبتک یہ نجانے کہ ہم نے کہان سے کہا ہی۔ اور نیز
فصول عمادیہ مین بعض ائمہ سے منقول ہے کہ انھون نے
کہا کہ اگر بالفرض کوئی عالم ہمارے اساتذہ کی سب کتابین
یاد کرلے تب بھی اُسکو فتوے کے لیئے شاگرد ہونا ضرور ہے
یہان تک کہ اُس کو فتویٰ دینے کی راہ ملجاوے کیونکہ
بہت مسئلہ ایسے ہین کہ اُنکا جواب ہمارے پیشواؤن نے
اپنے شہر والونکی عادت اور اُن کے معاملات کے مطابق
دیا ہی تو ہر فتوے دہندہ کو چاہیئے کہ اُن معاملوںمین
جو شریعت کے خلاف نہون اپنے شہر اور زمانہ کی
عادت کو مدنظر رکھے۔ اور عمدۃ الاحکام مین محیط
سے یہ مضمون منقول ہے کہ اجتہاد والے وہ لوگ ہین
کہ عالم ہون قرآن اور حدیث اور آثار اور فقہ کی
صورتون اور توجیہون کے۔ اور خانیہ مین بعض
علما سے منقول ہے کہ اجتہاد کے لیئے ضروری کتاب
مبسوط کا یاد کرنا اور ناسخ اور منسوخ اور محکم اور
ماول کا پہچاننا اور لوگون کی عادت اور اُن کے
عرف کو جاننا۔ اور سراجیہ مین ہے کہ بعض علما کا
قول ہے کہ اجتہاد کی شرطون مین سے کم سے کم مبسوط
کا یاد کرنا ہے۔ یہ ساری روایتین خزانۃ المفتین مین
مذکور ہین۔ مین کہتا ہون کہ ان عبارتون کا مضمون اور
مقصود یہ ہی کہ فرق ہے اُس مفتی مین کہ مسائل خود درآمد
کرے اور اُس مفتی مین کہ اپنے ائمہ کے مذہب مین علامہ ہو

رجوت ان يسع الى الاعتماد عليها فى النوازل

مسئلة اعلم ان المسئلة اذا كانت ذات اختلاف بين ابى حنيفة وصاحبيه فحكمها ان المجتهد فى المذهب يختارُ من اقوالهم ما هو اقوى دليلا واقيس تعليلا وارفق بالنّاس ولذلك افتى جماعاتٌ من علماء الحنفية على قول محمدؒ فى طهارة الماء المستعمل وعلى قولهما فى اوّل وقت العصر والعشا وفى جواز المزارعة وكتبهم مشحونة بذلك لا يحتاج الى ايراد النقول وكذلك الحال فى مذهب الشافعىؒ فى المنهاج وغيره فى الفرائض ان اصل المذهب عدم توريث ذوى الارحام وقد افتى المتاخرون عند عدم انتظام بيت المال بتوريثهم وقد نقل فقيهُ اليمن ابن زياد فى فتاواه مسائل افتى المتاخرون فيها بخلاف المذهب منها اخراج الفلوس من الزكوة المفروضة من النقدين وعروض التجارة افتى البلقينىؒ بجوازه ؛؛

تو توقع کرتا ہون کہ مجکو وقائع مین اُن پر اعتماد کرنا روا ہو

مسئلہ جاننا چاہیے کہ جب مسئلہ مین درمیان امام ابو حنیفہ اور صاحبین کے اختلاف ہو تو اُس کا حکم یہ ہے کہ مجتہد فی المذہب اُن کے اقوال مین سے ایسا قول اختیار کرے جس کی دلیل قوی تر اور علت قیاس سے زیادہ موافق اور لوگونکے حق مین نرم تر ہو اور اسی وجہ سے علمار حنفیہ کی بہت جماعتون نے آب مستعمل کے پاک ہونے کے باب مین امام محمدؒ کے قول پر فتوی دیا ہو اور اول وقت عصر اور عشا کے بارہ مین اور بٹائی پر کھیتی کے جائز ہونے مین صاحبین کے قول پر فتوی دیا ہو اور حنفی فقہا کی کتابین اس سے بھری ہین نقلون کے لکھنے کی حاجت نہین۔ اور ایسا ہی حال مذہب شافعی مین ہی چنانچہ منہاج وغیرہ کے فرائض یعنی بیان میراث مین لکھا ہی کہ اصل مذہب شافعی یہ ہی کہ ذوی الارحام کو وارث نکیا جاے یعنے اگر اہل فروض اور عصبات نہون تو ترکہ بیت المال مین دیا جاوے لیکن متاخرین نے فتوے دیا ہے کہ جب بیت المال کا انتظام نہو تو ذوی الارحام کو وارث کرین۔ اور ابن زیاد فقیہ یمن نے اپنے فتاوی مین چند مسئلہ ایسے نقل کیے ہین جنمین متاخرین نے مذہب شافعی کے خلاف فتوے دیا ہو ایک اُنمین سے پیسون کا ادا کرنا ہو اُس زکوٰۃ مین جو سیم وزر اور اسباب تجارت مین فرض ہوئی ہو بلقینی نے اس کے جائز ہونے کا فتوی دیا

وفی خزانۃ الروایات
نقلا عن بستان الفقیہ ابی اللیث
فی باب الاخذ عن الثقات ولو ان
رجلا سمع حدیثا او سمع مقالۃ
فان لم یکن القائل ثقۃ فلا یسعہ
ان یقبل منہ الا ان یکون قولا
یوافق الاصول فیجوز العمل بہ والا
فلا وکذا لو وجد حدیثا
مکتوبا او مسئلۃ فان کان
موافقا للاصول جاز ان یعمل بہ
والا فلا وفی البحر الرائق عن ابی اللیث
قال سئل ابو نصر عن مسئلۃ وردت
علیہ ما تقول رحمک اللہ تعالی وقعت
عندک کتب اربعۃ کتاب ابراھیم بن
رستم وادب القاضی عن الخصاف
وکتاب المجرد وکتاب النوادر من جھۃ ھشام
ھل یجوز لنا ان نفتی منہا اولا وھذہ الکتب محمودۃ
عندک فقال ما صح عن اصحابنا فذلک علم
محبوب ومرغوب فیہ مرضی بہ واما الفتیا فانی
لا اری لاحد ان یفتی بشیء لا یفہمہ ولا یحتمل
اثقال الناس فان کانت
مسائل قد اشتہرت وظہرت
وانجلت عن اصحابنا

اور خزانۃ الروایات کے باب الاخذ عن الثقات میں
بستان فقیہ ابو اللیث سے منقول ہے کہ اگر کسی نے
کوئی حدیث سنی یا کوئی مقولہ سنا تو اگر کہنے والا معتبر
نہو تو سامع کو روا نہیں کہ گو بندہ سے اسکو پذیرا کرے
مگر اس صورت میں کہ اس کا قول اصول کے موافق
ہو تو موقت اسکے بموجب عمل کرنا درست ہے ورنہ ناجائز
اور اسی طرح اگر کوئی حدیث لکھی ہوئی یا کوئی مسئلہ
لکھا ہوا پا دے تو اگر اصول کے موافق ہو تو اسپر
عمل کرنا جائز ہے ورنہ درست نہیں۔ اور بحر الرائق میں
ابو اللیث سے منقول ہے کہ انھوں نے کہا کہ ابو نصر سے
کسی نے حال اس مسئلہ کا پوچھا جو ابو نصر کے پاس
آیا تھا اسطرح کہ تم کیا فرماتے ہو اللہ تعالی تمپر رحم کرے اس
صورت میں کہ ہمارے پاس چار کتابیں موجود ہیں ایک ابراہیم
بن رستم کی کتاب دوم خصاف کی آداب القاضی سوم کتاب مجرد
چہارم کتاب نوادر جو ہشام کیطرف سے تمہارے
پاس ہیں آیا ہمکو درست ہے کہ انہیں سے دیکھکر ہم فتوی
دیں یا درست نہیں اور یہ کتابیں تمہارے نزدیک اچھی
ہیں ابو نصر نے کہا کہ جو اقوال ہمارے ائمہ سے پایہ
صحت کو پہونچ گئے ہیں وہ علم محبوب اور دل پسند لائق
رضامندی کے ہے اور فتوی دینے کا حال یہ ہے کہ میں
کسی کو جائز نہیں جانتا کہ ایسی چیز کا فتوے دے جسکو
سمجھتا نہو اور لوگوں کا وبال اپنی گردن پر لے اور اگر
مسائل مشہور اور ظاہر اور صاف منقول ہوں ہمارے ائمہ سے

فصل في المتبحر في المذهب وهو الحافظ
لكتب مذهبه وفيه مسائل

مسئلة

من شرطه ان يكون صحيح الفهم
عارفا بالعربية واساليب الكلام
ومراتب الترجيح متفطنا لمعاني
كلامهم لا يخفى عليه غالبا تقييد
ما يكون مطلقا في الظاهر والمراد
منه المقيد واطلاق ما يكون مقيدا
في الظاهر والمراد منه المطلق نبه على
ذلك ابن نجيم في البحر الرائق ويجب
عليه ان لا يفتي الا باحد وجهين
اما ان يكون عنده طريق صحيح
يعتمد عليه الى امامه او يكون المسئلة
في كتاب مشهور تداولته الايدي
في النهر الفائق في كتاب القضاء
طريق نقل المفتي المقلد عن المجتهد
احد امرين اما ان يكون له سند اليه او يأخذ
من كتاب معروف تداولته الايدي نحو كتب
محمد بن الحسن ونحوها من التصانيف المشهورة
للمجتهدين لانه بمنزلة الخبر المتواتر والمشهور
وهكذا ذكر الرازي فعلى هذا لو وجد بعض
نسخ النوادر في زماننا لا يحل عزو ما فيها

تیسری فصل - مذہب مین علامہ کے بیان مین
جو اپنے مذہب کی کتابون کا حافظ ہو اور اس فصل
مین پانچ مسئلے ہین -

مسئلہ اول - ایسے عالم کی ایک شرط یہ ہے کہ سمجھ
کا ٹھیک ہو اور زبان عربی اور کلام کے طریقون
اور ترجیح کے مراتب سے واقف اور عرب کی تقریر
کے معانی کو جلد سمجھتا ہو اُس پر اکثر مخفی نرہتا ہو
وہ لفظ جو ظاہر مین مطلق ہو اور مقید مراد لیا جاوے
اور جو ظاہر مین مقید ہو اور اُس سے مطلق مقصود ہو
ابن نجیم نے بحر الرائق مین اس شرط پر تنبیہ کی ہے
اور ایسے عالم پر واجب ہے کہ فتوی صرف دو صورتون
سے دیوے یا تو اُسکے پاس سند صحیح قابل اعتماد اُسکے
امام تک اس مسئلہ مین موجود ہو یا مسئلہ مذکور کسی
کتاب مشہور مروج مین مسطور ہو - نہر الفائق کے
کتاب القضا مین ہے کہ مفتی مقلد جو مجتہد کا قول
نقل کرے اُس کا طریقہ دو صورتون مین سے ایک
طرح پر ہوتا ہے یا اُس کے پاس اُسکے قول کی سند
مجتہد تک ہو یا اُس قول کو کسی کتاب معروف اور
مروج سے لے جیسے کتابین امام محمد کی اور اُن جیسی
اور مشہور تصنیفین مجتہدون کی ہین کیونکہ ان کتابون
مین ہونا بمنزلہ خبر متواتر یا مشہور کے ہے اور ایسا ہی
امام رازی نے بیان کیا ہے تو اس تقدیر پر اگر کوئی نسخہ
نوادر کا ہمارے زمانہ مین ملے تو اُس مین کے قول کو

سے نوادر ایک کتاب کا نام ہے جو امام محمد نے تالیف کی تھی ۱۲

وقال اعتقد جوازه ولكنه
مخالف لمذهب الشافعي رح وتبع
البلقيني في ذلك البخاري
ومنها دفع الزكوة الى الاشراف
العلويين افتى الامام فخر الدين
الرازي بجوازه في هذه
الازمنة حين منعوا سهمهم
من بيت المال وضرهم الفقر
ومنها بيع النحل في الكوارات
مع ما فيها من شمع وغيره اجاب
البلقيني بالجواز ونقل ابن زياد
عن الامام بن عجيل انه قال ثلث
مسائل في الزكوة يفتى
فيها بخلاف المذهب نقل الزكوة و
دفع الزكوة الى واحد ودفعها الى احد الاصناف
اقول وعندي في ذلك رأى وهو ان
المفتي في مذهب الشافعي رح سواء كان
مجتهدا في المذهب او متبحرا فيه اذا
احتاج في مسئلة الى غير مذهبه فعليه
بمذهب احمد رح فانه اجل اصحاب الشافعي رح
علما وديانة ومذهبه عند التحقيق
فرع لمذهب الشافعي ووجه
من وجوهه والله اعلم

اور کہا کہ مین اُس کو درست اعتقاد کرتا ہون لیکن
یہ مسئلہ مخالف ہے مذہب شافعی رح کے اور اسبات
مین بلقینی نے بخاری کا ساتھ دیا ہے - اور ایک
مسئلہ مال زکوۃ کا سادات علوی یعنی اولاد علی مرتضی
کو جو بطن فاطمہ زہرا سے نہون دینا ہے کہ امام فخر الدین
رازی نے ان وقتون مین اُس کے جائز ہونیکا فتوی
دیا جب سادات کو بیت المال مین کا سہام روکدیا گیا اور
انکو فقر نے تکلیف دی - اور ایک مسئلہ شہد کی مکھیون
کو مہال مین معہ موم وغیرہ کے فروخت کرنا ہے کہ بلقینی
نے اُسکے جواز کا حکم دیا - اور ابن زیاد نے امام ابن
عجیل سے نقل کیا ہے کہ اُنھون نے کہا کہ تین مسئلہ
زکوۃ مین ایسے ہین جن مین مذہب کے خلاف فتوی دیا
جاتا ہے اول زکوۃ کو دوسرے شہر مین لیجانا دوم زکوۃ
ایک شخص کو دینی سوم زکوۃ صرف ایک صنف مصرف
کو حوالہ کرنی - مین کہتا ہون کہ میرے نزدیک ایک
اور تجویز اس باب مین ہے اور وہ یہ ہے کہ فتوی دہندہ
مذہب شافعی مین خواہ مجتہد فی المذہب ہے یا علامہ مذہب
جب کسی مسئلہ مین حاجتمند دوسرے مذہب کا ہو تو اسکو
امام احمد کا مذہب اختیار کرنا چاہیے کہ وہ علم اور دیانت
مین امام شافعی کے بڑے ذی شان شاگردون مین سے
ہین اور اُن کا مذہب تحقیق کرنے سے امام شافعی کے
مذہب کی ایک شاخ ہے اور انھین کے مذہب کی
صورتون مین سے ایک صورت ہے واللہ اعلم -

هل يجوز ان يعمل عليها وكيف يجوز وقد
قيل لا يجوز لغير المجتهد ان يعمل الا
على روايات مذهبه وفتاوى امامه ولا
يشتغل بمعاني النصوص والاخبار والعمل
عليها كالعامي قيل هذا في العامي
الصرف الجاهل الذي لا يعرف
معاني النصوص والاحاديث وتاويلاتها
اما العالم الذي يعرف النصوص
والاخبار وهو من اهل الدراية
وثبت عنده صحتها من المحدثين
او من كتبهم الموثوقة المشهورة المتداولة
يجوز له ان يعمل عليها
وان كان مخالفا لمذهبهم
يؤيده قول ابي حنيفة ومحمد
والشافعي واصحابه رحمه الله
وقول صاحب الهداية في روضة
العلماء الزندويستية في فضل
الصحابة سئل عن ابي حنيفة رحمة
الله عليه اذا قلت قولا وكتاب الله
يخالفه قال اتركوا قولي بكتاب
الله فقيل اذا كان خبر الرسول صلى الله
عليه واله وسلم يخالفه قال اتركوا قولي بخبر رسول
الله صلى الله عليه وسلم فقيل اذا كان قول الصحابة

تو آیا ایسے مقلد کو درست ہی کہ حدیث پر عمل کرے اور
مقلد کو جائز کیسے ہوگا کہ علما لکھ چکے ہین کہ غیر مجتہد کو
درست نہین کہ بجز روایات اپنے مذہب او رفتو دن
اپنے امام کے کسی اور پر عمل کرے اور نہ یہ درست ہی کہ
نصوص اور اخبار کے معانی مین اور انکے موجب
عمل کرنے مین مشغول ہو جیسے عامی کو یہ باتین درست
نہین اس سوال کا جواب بعض نے یہ دیا ہی کہ اپنے مذہب
اور امام کی روایات پر پابند رہنے کا حکم اُس عامی
کے بارہ مین ہی کہ محض جاہل اور نصوص اور اخبار کے معانی
اور اُن کے تاویلون سے ناواقف ہو باقی رہا وہ عالم کہ
نصوص اور اخبار سے واقف اور صاحب دانش ہو اور
اُس کے نزدیک صحت حدیث کی محدثون سے یا اُن کی
کتابون معتمد اور مشہور اور مروج سے ثابت ہوئی ہو تو
اُس کو جائز ہی کہ اس حدیث پر عمل کرے اگرچہ اُنکے
مذہب کے مخالف ہو اس کا مؤید قول امام ابو حنیفہ
اور محمد اور امام شافعی اور اُن کے ہمراہیونکا اور
قول صاحب ہدایہ کا روضۃ العلماء زندویسیہ کے فضل
صحابہ مین ہے کہ امام ابو حنیفہ رح سے پوچھا گیا کہ
جب تم کوئی قول کہو اور قرآن اُس کے مخالف ہو
امام نے کہا کہ میرا قول چھوڑ دو قرآن کے مقابل
پوچھا گیا کہ جب خبر رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کی
مخالف تمہارے قول کے ہو کہا کہ حدیث کے مقابل
بھی میرا قول ترک کرو پھر پوچھا گیا کہ اگر قول صحابہ کا

الی محمد ولا الی ابی یوسف رح لانها
لم تشتهر فی عصرنا فی دیارنا ولم تتداول
نعم اذا وجد النقل عن النوادر مثلاً
فی کتاب مشهور معروف کالهدایة
والمبسوط کان ذلك تعویلا علی
ذلك الکتاب انتهی وفی فتاوی القنیة
فی باب ما یتعلق بالمفتی ان ما یوجد
من کلام رجل و مذهبه فی کتاب
معروف وقد تداولته الایدی فانه
جاز لمن نظر فیه ان یقول قال فلان
او فلان کذا وان لم یسمعه من احد نحو کتب محمد بن
الحسن رح وموطا مالك رح ونحوهما من الکتب المصنفة
فی اصناف العلوم لان وجود ذلك علی هذا الوصف
بمنزلة الخبر المتواتر والاستفاضة لا یحتاج مثله الی اسناد
مسئلة اذا وجد المتبحر فی المذهب حدیثا
صحیحا یخالف مذهبه فهل له ان
یاخذ بالحدیث و یترك مذهبه فی تلك
المسئلة فی هذه المسئلة بحث طویل واطال
فیها صاحب خزانة الروایات نقلا عن دستور المسالکین
فلنورد کلامه من ذلك بعینه فان قیل
لو کان المقلد غیر المجتهد عالما مستدلا یعرف
قواعد الاصول و معانی
النصوص والاخبار

امام محمد اور امام ابو یوسف کیطرف منسوب کیے نادرست
ہوگا کیونکہ نوادر نہ ہمارے زمانہ مین مشہور ہوئی نہ
لوگون مین مروج ہان اگر نوادر کا کوئی قول مثلاً کسی کتاب
مشہور اور مروج مین مثل ہدایہ و مبسوط کے منقول ملے
تو اُس کتاب پر اعتماد ہوگا تمام ہوا قول نہر الفائق کا
اور فتاوی قنیہ کے باب ما یتعلق بالمفتی مین ہے کہ جو کلام کسی
شخص کا یا اُسکا مذہب کسی کتاب مشہور مین ہو جو لوگون مین
رائج ہو رہی ہو تو اُس شخص کو جو کتاب مذکور مین نظر
ڈالے یہ کہنا درست ہو کہ فلان نے یا فلان نے ایسا
کہا ہو اگرچہ اس قول کو کسی سے نہ سنا ہو جیسے کتابین
امام محمد کی اور موطا امام مالک کی اور ان جیسی اور
کتابین ہین کہ اقسام علوم مین تصنیف ہوئی ہین کیونکہ
اس کلام کا اِس صفت پر پایا جانا بمنزلہ خبر متواتر اور
مشہور کے ہو ایسا کلام سند کا حاجت مند نہین ہے۔
دوسرا مسئلہ۔ جب ماہر در مذہب کوئی حدیث
صحیح پاوے کہ اُس کے مذہب کے مخالف ہو تو آیا اُسکو
جائز ہے کہ حدیث پر عمل کرے اور اس مسئلہ خاص
مین اپنا مذہب چھوڑ دے اِس سوال مین بڑی تقریر ہے
اور خزانة الروایات کے مؤلف نے دستور المسالکین سے نقل
کرکے اُسکو طول دیا ہو ہم یہین سے اُسکا کچھ کلام بجنسہ
بیان کرتے ہین۔ وہ کہتا ہو کہ اگر سوال کیا جائے کہ اگر مقلد
مجتہد تو نہو مگر عالم استدلال کرنیوالا ہو کہ اُصول کے
قواعد اور نصوص اور اخبار کے معانی جانتا ہو

والاخذ بالحديث اولى من الاخذ
بقولهما اذا خالفاه وكذا يؤيده
ما ذكر في الهداية في مسئلة
صوم المحتجم لو احتجم وظن ان ذلك
يفطره ثم اكل متعمدا عليه القضاء
والكفارة لان الظن ما استند الى
دليل شرعي الا اذا افتاه فقيه
بالفساد لان الفتوى دليل شرعي
في حقه ولو بلغه الحديث واعتمده
فكذلك عند محمد رح لان قول
الرسول صلى الله عليه وآله
وسلم
لا ينزل عن قول المفتي
في الكافي والحميدي
اي لا يكون ادنى درجة
من قول المفتي وقول المفتي
يصلح دليلا شرعيا
فقول الرسول صلى الله عليه
وآله وسلم اولى وعن
ابي يوسف رح خلاف
ذلك لان على العامي
الاقتداء
بالفقهاء

اور حدیث کا حکم ماننا بہتر ہے دونوں اماموں کے قول
کو اختیار کرنے سے جس صورت مین کہ دونوں نے خلاف
حدیث کہا ہو۔ اور اسی طرح عالم کو عمل بالحدیث
مخالف اپنے مذہب کے کرنیکا مؤید وہ ذکر ہے جو ہدایہ
مین پچھنے لگوانے والے کے روزہ کے مسئلہ مین لکھا ہے
کہ اگر کسی نے پچھنے لگوائے اور گمان کیا کہ اس فعل سے
اسکا روزہ جاتا رہا پھر جان بوجھکر کھانا کھا لیا تو اسپر
روزہ کی قضا اور کفارہ دونوں لازم آوینگے کیونکہ
گمان وہی معتبر ہے جسکی سند کوئی شرعی دلیل ہوگی۔
جس صورت مین کہ روزہ دار کو کسی فقیہ نے روزہ
کے ٹوٹ جانیکا فتوے دیا ہو تو کفارہ نہوگا اس لیئے
فتوے دلیل شرعی موجود ہے اُس کے حق مین اور
اگر اُس کو اس باب مین حدیث ملی اور اُس نے حدیث
پر اعتماد کرکے روزہ کا جانا معلوم کیا تب بھی امام
محمد کے نزدیک اس پر کفارہ نہوگا کیونکہ رسول خدا
صلے اللہ علیہ وسلم کا قول مفتی کے قول سے
کم رتبہ نہین کافی اور حمیدی مین ہے کہ
اس کے یہ معنے کہ آپ کا ارشاد مفتی کے فتوے سے
درجہ مین کمتر نہوگا اور چونکہ مفتی کا قول دلیل
شرعی ہونے کی لیاقت رکھتا ہے تو ارشاد
رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کا بطریق اولے دلیل
شرعی ہوگا اور امام ابو یوسف سے اسکا خلاف
منقول ہے کیونکہ عامی پر فقہا کا اقتدا کرنا واجب ہے،

يخالفه قال اتركوا قولي بقول الصحابة
وفي الايقاظ روى البيهقي في السنن
عند الكلام على القراءة بسنده
قال قال الشافعي رح اذا قلت قولا
وكان النبي صلى الله عليه وآله وسلم
قال خلاف قولي فما يصح من حديث
النبي صلى الله عليه وآله وسلم
اولى فلا تقلدوني ونقل امام الحرمين
في نهايته عن الشافعي رح انه قال
اذا بلغكم خبر صحيح يخالف مذهبي
فاتبعوه واعلموا انه مذهبي وقد صح
منصوصا انه قال اذا بلغكم عني
مذهب وصح عندكم خبر على
مخالفته فاعلموا ان مذهبي موجب
الخبر وروى الخطيب باسناده
ان الداركي من الشافعية كان
يستفتي وربما يفتي بغير
مذهب الشافعي رح وابي حنيفة
رحمه الله فيقال له هذا
يخالف … قولهما
فيقول ويلكم حدث
فلان عن فلان عن النبي
صلى الله عليه وآله وسلم هكذا

اُس کے مخالف ہو کہا کہ میرے قول کو صحابہ کے قول
کے مقابل بھی چھوڑ دو ۔ اور ایقاظ مین ہے کہ
بیہقی نے سنن مین قراءت کے ذکر کے قریب اپنی
سند سے روایت کیا ہے کہ راوی نے بیان کیا کہ
امام شافعی رح نے کہا ہے کہ جب مین کوئی قول کہون
اور پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم نے میرے قول کے خلاف
فرمایا ہو تو جو حدیث پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم سے بصحت
کو پہونچے وہ بہتر ہے اس صورت مین تم میری تقلید نکرنا
اور امام الحرمین نے اپنے نہایہ مین امام شافعی سے
نقل کیا ہے کہ اُنھون نے فرمایا کہ جب تمکو کوئی حدیث
ایسی پہونچے کہ میرے مذہب کے مخالف ہو تو اُس حدیث
کا اتباع کرنا اور اُس حدیث کو میرا مذہب جاننا۔ اور
یہ بھی مصرح ثابت ہوا ہی کہ اُنھون نے کہا ہی کہ جب
تمکو میرا مذہب کسی مسئلہ مین پہونچے اور تمھارے عندیہ
مین کوئی حدیث صحیح اُس کے مخالف ثابت ہو تو جان
لیجو کہ میرا مذہب حدیث مذکور ہی کا مضمون ہی۔ اور خطیب
نے اپنی اسناد سے روایت کیا ہی کہ دارکی شافعی
المذہب سے لوگ فتوی پوچھا کرتے تھے اور وہ بعض
اوقات ایسا فتوی دیتے کہ نہ شافعی کے مذہب کا ہو
نہ ابو حنیفہ کے مذہب کا تو لوگ اُن سے کہتے کہ یہ حکم مخالف
ہے دونون اماموں کے قول کے وہ جواب دیتے کہ تمھارا
برا ہو فلان راوی نے فلان صحابی سے اور اُس نے
پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم سے ایسا ہی روایت کیا ہے

ورُدَّ بأنه إن أراد عدم التيقّن بنفي
هذه الاحتمالات فالمجتهد أيضاً لا يحصل
له اليقين بذلك وإنما يبني أكثر أمره
على غالب الظن وإن أراد أنه لا يدري
ذلك بغالب الرأي منعناه في صورة
النزاع لأن المتبحر في المذهب المتتبع
لكتب القوم الحافظ من الحديث والفقه
بجملة صالحة كثيراً ما يحصل
له غالب الظن بأن الحديث
غير منسوخ ولا مأول بتأويل
يجب القول به وإنما البحث
فيما حصل له ذلك والمختار ههنا

هو قول ثالث

وهو ما اختاره ابن الصلاح
وتبعه النووي وصححه قال
ابن الصلاح من وجد من الشافعية
حديثاً يخالف مذهبه نظر
إن كملت له آلة الاجتهاد
مطلقا أو في ذلك الباب والمسئلة
كان له الاستقلال
بالعمل به وإن لم يكمل
وشق مخالفة الحديث
بعد أن يبحث

اور یہ قول رد کیا گیا ہے اس طرح کہ حدیث کا حال
معلوم نہونے سے اگر یہ غرض ہے کہ منسوخ وغیرہ
نہونے کے حال پر اُس کو یقین نہو تو یقین ان امور کا
تو مجتہد کو بھی نہیں ہوتا بلکہ وہ اکثر اپنے اجتہاد کو
گمان غالب پر مبنی کرتا ہے۔ اور اگر تاویل سے یہ
ارادہ کیا ہے کہ غالب رائے سے نہیں جانتا تو
اس کو ہم صورت متنازعہ مین نہیں مانتے کیونکہ جو
شخص نہایت ماہر مذہب مین ہو اور قوم کی کتابین
دیکھتا رہے اور حدیث و فقہ کی مقدار شائستہ
یاد رکھتا ہو تو اُس کو اکثر گمان غالب ہو جاتا ہے
اسبات کا کہ حدیث نہ منسوخ ہے اور نہ ماول
ایسی تاویل سے کہ اُس تاویل کا قائل ہونا واجب
ہو علاوہ ازین گفتگو ایسی صورتین ہو کہ ماہر در مذہب
کو یہ ظن حاصل ہو چکا ہو۔ اور یہان ایک تیسرا
قول ہے جس کو ابن صلاح نے پسند کیا اور نووی
نے اُس کا ساتھ دیا اور اس قول کو صحیح کیا
ہے ابن صلاح نے کہا کہ جو شخص شافعیون مین
سے کوئی حدیث اپنے مذہب کے مخالف پاوے
تو دیکھنا چاہیے کہ اگر اسمین استعداد اجتہاد مطلق
کی پوری ہو یا کسی خاص باب اور مسئلہ مین اجتہاد
کامل رکھتا ہو تو اسکو عمل کرنا اس حدیث پر بطور
خود جائز ہوگا اور اگر یہ استعداد کامل نہیں ہے
اور حدیث کی مخالفت اُسپر دشوار ہو بعد اسکے کہ تفحص کرچکا

لعدم الاهتداء فی حقه الی معرفة
الاحادیث وان عرف تاویله
یجب علیه الکفارة وفی المناوی
بالاتفاق واما الجواب عن قول
ابییوسف رح ان للعامی الاقتداء
بالفقهاء فمحمول علی العامی
الصرف الجاهل الذی لایعرف
معنی الاحادیث وتاویلاتها
لانه اشار الیه بقوله لعدم الاهتداء
فی حقه الی معرفة الاحادیث وکذا
قوله وان عرف العامی
تاویله تجب الکفارة یشیر الی
ان المراد من العامی غیر العالم وفی الحمیدی
العامی منسوب الی العامة وهم الجهال فعلم
من هذه الاشارات ان مراد ابی یوسف رح ایضا
من العامی الجاهل الذی لایعرف معنی النص وتاویله
وفیما ذکر من قول ابی حنیفة والشافعی ومحمد رح
یندفع قول القائل یجب العمل بالروایة بخلاف
النص انتهی ما نقلناه من خزانة الروایات وفی المسئلة
قول اخر وهو انه اذا لم یجمع الات الاجتهاد لایجوز له
العمل علی الحدیث بخلاف مذهبه لانه لایدری انه
منسوخ او ماول او محکم محمول علی ظاهره وقال
هذا القول ابن الحاجب فی مختصره وتابعوه

بوجہ راہ نملنے شناخت حدیث کے اُس کے حق مین اور
اگر معنے معتبر اُس حدیث کے جانتا ہوگا تو اُسپر کفارہ
واجب ہوگا اور مناوی مین ہے کہ یہ مسئلہ بالاتفاق
ہے اور امام ابو یوسف کے اس قول کیطرف سے جواب
عامی کو اقتدا فقہا کا چاہیے یہ ہے کہ یہ قول محمول عامی
محض اور جاہل پر ہی جو معنی احادیث کے اور انکی تاویلین
نجانتا ہو کیونکہ خود اُنھون نے اسکی طرف اشارہ کیا ہی
اپنے اس قول مین کہ بوجہ راہ نملنے شناخت حدیث کو
اُسکے حق مین اور اسی طرح اُنکا یہ قول کہ اگر حدیث کو
معنی معتبر جانیگا تو کفارہ واجب ہوگا اشارہ کرتا ہی اس
بات کا کہ مراد عامی سے وہی ہی جو عالم نہو۔ اور حمیدی
مین ہی کہ عامی منسوب ہی عامہ کیطرف جو جاہل ہوستے
ہین تو ان اشارات سے معلوم ہوا کہ مراد ابو یوسف
کی عامی سے وہ جاہل ہے کہ نص کے معنے اور تاویل
نجانتا ہو اور اقوال ابو حنیفہ اور شافعی اور محمد کے جو
مذکور ہوئے اُنسے کہنے والے کا یہ قول دفع ہوا کہ روایت
مذہب پر عمل کرنا واجب ہی جو مخالف نص کے ہو تمام
ہوئی وہ عبارت جو ہم نے خزانة الروایات سے نقل کی
اور اس مسئلہ مین ایک اور قول بھی ہی وہ یہ کہ جب عالم آلات
اجتہاد کے نرکھتا ہو تو اسکو اپنے مذہب کے خلاف حدیث پر عمل
کرنا درست نہین کیونکہ اُس کو معلوم نہین کہ حدیث منسوخ
ہے یا ماول یا محکم ہے اپنے ظاہر معنے پر محمول اور ابن حاجب
نے اپنی مختصر مین اور اُسکے تابعین نے اسی قول پر عمل کیا ہے

ان خیر هذه الامة ابو بکر رض ثم عمر رض
وکانوا یقلدون فی کثیر
من المسائل غیرهما
بخلاف قولهما ولم ینکر
علی ذلك احد فکان اجماعا
علی ما قلناه واما افضلیة مقوله
فی هذه المسئلة فلا سبیل
الی معرفتها للمقلد الصرف
فلا یجوز ان یکون شرطا
للتقلید اذ یلزم ان لا یصح تقلید
جمهور المقلدین ولو سلم
ففی مسئلتنا هذه هذا
علیکم لا لکم لانه کثیرا
ما یطلع علی حدیث یخالف مذهب
امامه او یجد قیاسا قویا
یخالف مذهبه
فیعتقد الافضلیة فی تلك
المسئلة لغیره وذهب
الاکثرون الی جوازه
منهم الآمدی وابن
الحاجب وابن
الهمام

کہ اس امت کے سب سے افضل ابوبکر صدیق
پھر عمر فاروق ہین حالانکہ بہت سے مسائل
ہین ان دونون کے قول کے خلاف دوسرون
کے قول کی تقلید کرتے تھے اور اس بات
پر کسی نے انکار نہین کیا تو جس بات کو
ہم نے بیان کیا اُسپر اجماع ثابت ہوا
رہا امام کے قول کا افضل ہونا اس خاص
مسئلہ مین تو اس کے پہچاننے کی سبیل
نرے مقلد کو کچھ نہین پس یہ بات تقلید کی
شرط بھی نہین ہو سکتی کیونکہ اس سے لازم
آتا ہے کہ عام مقلدون کی تقلید درست
نہو اور اگر بالفرض اس شرط کو مان بھی
لین تو ہمارے اس مسئلہ مین یہ تم ہی پر
پڑیگی تم کو کچھ مفید نہوگی کیونکہ ایسا عالم
اکثر ایسی حدیث پر آگاہ ہوتا ہے کہ اس کے
امام کے مذہب کے مخالف ہو یا کوئی
قیاس قوی مخالف اُس کے مذہب کے
پاتا ہے تو اس صورت مین افضل ہونا
دوسرے کے قول کا اس مسئلہ مین اعتقاد
کر لیتا ہے اور اکثر علما اسطرف گئے ہین
کہ ایسے عالم کو اپنے امام کے مذہب کے
خلاف عمل کرنا درست ہے ان مجوزین
مین سے آمدی اور ابن حاجب اور ابن ہمام

فلم يجد لمخالفته جوابا شافيا عنه
فله العمل به ان كان عمل به امام مستقل
غير الشافعي رح ويكون هذا عذرا
في ترك مذهب امامه
ههنا

وحسنه النووي وقرره

مسئلة اذا اراد هذا المتبحر
في المذهب ان يعمل في مسئلة بخلاف
مذهب امامه مقلدا فيها لامام
آخر هل يجوز له ذلك
اختلفوا فيه فمنعه الغزالي
وشرذمة وهو قول ضعيف
عند الجمهور لان مبناه على ان الانسان
يجب عليه ان ياخذ بالدليل
فاذا فات ذلك بجهله بالدليل
اقمنا اعتقاد افضلية امامه
مقام الدليل فلا يجوز له ان يخرج
من مذهبه كما لا يجوز له ان
يخالف الدليل الشرعي ورد بان اعتقاد
افضلية الامام
على سائر الائمة مطلقا غير
لازم في صحة التقليد اجماعا لان
الصحابة والتابعين كانوا يعتقدون

اور حدیث کی مخالفت کرنے کا کوئی جواب شافی اپنی
طرف سے نہ پایا تو اُس کو عمل کرنا اُس حدیث پر اس
شرط سے روا ہے کہ کسی امام مستقل نے امام شافعی کے
سوا اُس پر عمل کیا ہو اور یہ امر اُسکو اپنے امام کے
مذہب چھوڑنیکا اس مقام پر عذر ہوگا اور اس قول
کو نووی نے اچھا کہا ہے اور اسکو ثابت رکھا ہے

تیسرا مسئلہ - جب ایسا مذہب مین علامہ یون
چاہے کہ کسی مسئلہ مین دوسرے امام کی تقلید کرکے
اپنے امام کے مذہب کے خلاف عمل کرے تو سوال
یہ ہے کہ یہ امر اُسکو جائز ہے یا نہین اس کے
جواب مین علما نے اختلاف کیا ہے امام غزالی
اور چند علما نے اسکو ناجائز کہا ہے اور جمہور کے
نزدیک عدم جواز قول ضعیف ہے اسلیے کہ بنا اُنکی
اسبات پر ہے کہ آدمی پر دلیل کے ساتھ مذہب اختیار
کرنا واجب ہے اور جب دلیل کے نہ معلوم ہونے سے
اختیار مذہب فوت ہوگیا تو ہمنے اُسکے امام کے افضل
ہونیکے اعتقاد کو قائم مقام دلیل کے ٹھیرایا اس لیے
اُسکو درست نہین کہ اپنے مذہب سے نکلے جیسے یہ درست
نہین کہ دلیل شرعی کے خلاف کرے اور یہ حجت اس
طرح پر رد کی گئی ہے کہ امام کے افضل ہونے کا
اعتقاد مطلقاً سب اماموں پر تقلید کے درست
ہونے مین بالاتفاق ضروری نہین اس لیے
کہ صحابہ اور تابعین یہ اعتقاد رکھتے تھے

ومنهم من قال لا يلتقط الرخص
فقيل يعني ما سهل عليه
وُرِدَ بانّ النبيّ صلى الله عليه
وآله وسلم كان اذا خيّر
اختار اهون الامرين ما لم
يكن اثما وقيل ما لا يقوّيه
الدليل بل الدليل الصحيح
النص الصريح قائم بخلافه مثل
المتعة والصرف وهذا وجه
وجيه وجدت في كتاب
التلخيص في تخريج احاديث
الرافعي للحافظ ابن حجر
العسقلاني في كتاب
النكاح منه نقلا عن
الحاكم في كتاب
علوم الحديث باسناده
الى الاوزاعي قال يجتنب
او يترك من قول اهل
الحجاز خمس ومن قول
اهل العراق خمس من اقوال اهل
الحجاز استماع الملاهي والمتعة واتيان
النساء في ادبارهن والصرف والجمع
بين الصلوتين بغير عذر

اور بعضون نے یہ کہا ہے کہ جواز کی شرط
یہ ہے کہ رخصتون کو نہ چھانٹے کسی نے
رخصتون سے مراد یہ کہی ہے کہ جو اعمال
اس پر آسان ہون اور یہ مراد لینا اس
طرح پر رد کیا گیا کہ پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم
کا دستور تھا کہ جب آپ کو دو چیزون کا
اختیار ملتا تو آپ دونون مین سے زیادہ
آسان کا پسند کرتے بشرطیکہ وہ گناہ نہوتی
اور کسی نے مراد رخصت سے یہ لی کہ جسکی
تقویت دلیل نہ کرے بلکہ دلیل صحیح اور
صریح اسکے خلاف پر قائم ہو جیسے متعہ اور
بیع صرف کو جائز کہنا اور یہ ایک عمدہ وجہ
ہے مینے کتاب تخلیص مولفہ حافظ ابن حجر
عسقلانی کی جو دربارہ بیان اسناد حدیث
رافعی کے ہے کتاب النکاح مین حاکم کی کتاب
علوم الحدیث سے منقول مضمون دیکھا ہے
جسکی اسند حاکم نے اوزاعی تک کی ہے کہ انھون
نے کہا کہ اہل حجاز کی پانچ باتون سے اور اہل
عراق کی پانچ باتون سے کنارہ کیا جاوے یا
انکو ترک کیا جاوے اہل حجاز کے پانچ قول
یہ ہین آلات لہو کا سننا متعہ کرنا عورتون
کے مقام پاخانہ مین صحبت کرنا بیع صرف
کرنا دو نمازون کو بلا عذر ایک ساتھ پڑھنا

والنوویؒ واتباعه کابن حجر
والرملی وجماعات من الحنابلة
والمالکیة من یفضی
ذکر اسمائهم الی التطویل و
هو الذی اتفق علیه الاتفاق
من مفتی المذاهب الاربعة
من المتأخرین واستخرجوا
من کلام ائمتهم ولهم
رسائل مستقلة فی هذه المسئلة
الا انهم اختلفوا فی شرط جوازه
فمنهم من قال لا یرجع فیما قلد اتفاقاً
فسره ابن الهمام فقال ای عمل
به واختلف الشراح فی معنی هذه
الکلمة فقیل فیما عمل
به بخصوصه بان تقضی تلک
الصلوة الواقعة علی المذهب الاول
مثلا وهو الصحیح الذی لا یتجه
غیره عند التحقیق وقیل
بجنسه ورد بانه لیس اتفاقیاً
بل اکثر ما روی عن
السلف هو العمل بخلاف
المذهب فیما
کانوا یعملون به

اور نووی اور اُس کے تابعین مثل ابن حجر اور رملی کے
اور بہت جماعتین حنبلیون اور مالکیون میں سے
ہین جن کے نامون کا ذکر کرنا نوبت طول پہونچاتا
ہے اور اسی جواز پر اتفاق چارون مذہب کے
مفتیون کا متاخرین میں سے ہو گیا ہے اور
اُنھون نے اس جواز کو پہلون کے کلام سے
نکالا ہے اور اس مسئلہ مین جداگانہ رسالے
تالیف کیے ہین مگر عمل بخلاف مذہب کے جائز
ہونے کی شرط مین اختلاف کیا ہے بعضون
نے تو یہ کہا ہے کہ جس مین تقلید کر چکا اُس مین
بالاتفاق رجوع نہ کرے ابن ہمام نے اسکی تفسیر
یہ کی کہ جس مین عمل کر لیا شرح کرنے والے
ابن ہمام کے اس لفظ کے معنے مین اختلاف
رکھتے ہین کسی نے کہا کہ مراد یہ ہے کہ جس عمل
خاص کو کر لیا ہو اُس مین رجوع نہ کرے اسطرح
کہ مثلا جو نمازین کہ پہلے مذہب پر ہو چکی تھین
اُن کو قضا کرنے لگے اور یہ قول ایسا صحیح ہے
کہ تحقیق کے وقت دوسرا قول نہیں بنتا
اور کسی نے کہا کہ یہ غرض ہے کہ جس عمل کی جنس
کر لی ہو اُس مین رجوع نہ کرے اور یہ قول رد کیا
گیا ہے اس طرح کہ یہ امر بالاتفاق نہیں بلکہ سلف
سے جو اکثر مروی ہے عمل کرنا مذہب کے خلاف
اُنھین صورتون مین سے جن پر وہ عمل کرتے تھے

فيكفي عنه اشتراط كونه مذهباً
للاجتهاد فيه مساغ كما يأتي
ومنهم من قال لا يكون المذهب
الذي يذهب اليه مما ينقض فيه
قضاء القاضي وهذا وجيه
والاحتراز منه يحصل اذا قلد
مذهباً من المذاهب الاربعة المقبولة
المشهورة ومنهم من قال ينشرح
صدره في تلك المسئلة بما قلد
فيه غير امامه ولا يتصور الا
في المتبحر وقيل اذا تبع الاكثر
والقول المشهور فخروجه
من مذهب امامه حسن
واذا كان بالعكس
فقبيح

هذا خلاصة ما في
رسائلهم مع تنقيح
وتحرير

وانا اختار في الجواز شرط ان لا
ينقض قضاء قاضي به سواء كان
النقض لاجتماع معنيين كل واحد
منهما صحيح كالنكاح بغير
شهود مجتمعان ولا اعلان

تو اُس کے عوض یہ شرط لگانا کافی ہے کہ وہ امر
ایسا ہو جس میں اجتہاد درست ہو چنانچہ آیندہ
آویگا۔ اور بعض نے جواز عمل خلاف مذہب کی
شرط یہ بیان کی ہے کہ جس مذہب یعنی مسئلہ کیطرف
وہ جاتا ہے وہ اُس قسم سے نہو جس سے حکم حاکم ٹوٹتا
ہو اور یہ شرط عمدہ ہے اور اس قسم سے احتراز اُس
صورت میں ہوتا ہے کہ چاروں مذہب مقبول اور مشہور
میں سے کسی ایک مذہب کی تقلید کرے اور بعض
نے جواز عمل خلاف مذہب کی شرط یہ کہی ہے کہ
عمل کنندہ کا سینہ اُس مسئلہ میں اُس قول سے
کھل جائے جسمیں اپنے امام کے سوا دوسرے کی
تقلید کرتا ہے اور یہ سینہ کا کھلنا بجز علامۂ مذہب کے
متصور نہیں۔ اور قول ضعیف یہ ہے کہ اگر اکثر
ائمہ کا اور قول مشہور کا اتباع کریگا تو اپنے
امام کے مذہب سے نکلنا اچھا ہے اور اس کے
عکس کی صورت میں بُرا ہے۔ یہ ہی خلاصہ اُس مضمون
کا جو علما کے رسالوں میں ہے اور تنقیح اور تحریر ہم
نے زیادہ کی ہے ہر ایک کے مضمون میں۔
اور میں جواز عمل خلاف مذہب میں یہ شرط
پسند کرتا ہوں کہ عمل مذکور سے حکم حاکم نہ ٹوٹے
خواہ یہ ٹوٹنا دو معنوں کے جمع ہونے سے ہو کہ ہر ایک
دونوں میں سے درست ہو مثلاً نکاح بدون اجتماع
گواہوں کے اور بدون اعلان کے کرنا

ومن قول اهل العراق شرب النبيذ وتاخير العصر حتى يكون ظل الشئ اربعة امثاله ولا جمعة الا فی سبعة امصار والفرار من الزحف والاكل بعد الفجر فی رمضان ثم قال ابن حجر وروى عبد الرزاق عن معمر لو ان رجلا اخذ بقول اهل المدينة فی استماع الغناء واتيان النساء فی ادبارهن وبقول اهل مكة فی المتعة والصرف وبقول اهل الكوفة فی المسكر كان شر عباد الله ومنهم من قال لا يلفق بحيث يتركب حقيقة ممتنعة عند الامامين قيل الممنوع ان يتركب حقيقة ممتنعة فی مسئلة واحدة مثل الوضوء بلا ترتيب ثم خرج منه الدم السائل لا فی مسئلتين كما اذا طهر الثوب بمذهب الشافعی وصلى بمذهب ابی حنيفة ويتجه ان يقال فيه بحث لانه ان كان المقصود من هذا القيد ان لا يخرج مجموع ما انحله من الاتفاق فهو حاصل فی مسئلتين ايضا وان كان المقصود ان لا يخرج هذه المسئلة وحدها من الاجماع

اور اہل عراق کے پانچ قول یہ ہین۔ نبیذ کا پینا نماز عصر مین اتنی تاخیر کہ چیز کا سایہ اُس کا چہار چند ہو جاوے جمعہ کا بجز سات شہرون کے دوسری جگہ نہونا صف جہاد سے بھاگ جانا رمضان شریف مین فجر کے بعد کھانا۔ پھر ابن حجر نے کہا کہ عبد الرزاق نے معمر سے روایت کیا ہے کہ اگر کسی شخص نے راگ سننے کے بارہ مین اور عورتون سے پشت کیجانب صحبت کرنے مین مدینہ والونکا قول اختیار کیا اور متعہ اور بیع صرف کرنے مین مکہ والونکا اور نشہ آور چیز کے پینے مین کوفہ والون کا قول لیا تو ایسا آدمی بدترین بندگان خدا ہوگا۔ اور بعض نے عمل خلاف مذہب کے جواز کی شرط یہ بیان کی ہے کہ عمل کنندہ تلفیق نکرے یعنے ایسی طرح درہم برہم نکرے کہ دونون اامون کے نزدیک ایک ناممکن صورت بنجاوے بعض نے کہا کہ ناجائز وہ تلفیق ہے کہ ایک ہی مسئلہ مین ناممکن صورت بنجاوے مثلاً وضو بے ترتیب کی پھر اُس کے بدن سے بہتا ہوا خون نکل آیا دو مسئلون مین ناجائز نہین مثلاً کپڑے کو امام شافعی کے مذہب کی بموجب پاک کیا اور نماز ابو حنیفہ کے مذہب پر پڑہی اور ہو سکتا ہے کہ کہا جاوے کہ اس قول مین کلام ہے کیونکہ تلفیق نہونیکی قید سے اگر یہ مقصود ہے کہ تمام کل جو عمل کنندہ نے کیا دونون اامون کے اتفاق سے باہر نہو تو یہ بات تو دو مسئلون مین بھی موجود ہے اور اگر یہ مقصود ہے کہ یہی مسئلہ تنہا اجماع اامین سے باہر نہو

وفی حکم آخر المختار الجواز
بقوله تعالی فاسئلوا اهل الذکر
ان کنتم لا تعلمون فالقول
بوجوب الرجوع الی من قلّده
اولا فی مسئلة یکون تقییدا
النصّ وهو یجری مجری النسخ
علی ما تقرّر فی الاصول وبقوله
صلی الله علیه وآله وسلم اصحابی
کالنجوم بایّهم اقتدیتم اهتدیتم
وانّ العوام فی السلف کانوا یستفتون
الفقهاء من غیر رجوع الی
معیّن من غیر انکار فحل محل
الاجماع علی الجواز کذا فی شرح
ابن الحاجب واما الجواب
فی الوجه الثانی وهو ما اذا
التزم مذهبا معینا کابی حنیفة
والشافعی رح فقد اشار ابن الحاجب
الی الاختلاف فی ذلک من اختلاف
مذهبه واشار انه اختلف العلماء
فی ذلک علی ثلثة اقاویل فقیل لا یجوز
مطلقا وقیل یجوز مطلقا والقول الثالث
ان الحکم فی هذا الوجه والوجه الاول
سواء فلا یجوز ان یرجع عنها

اور دوسرے کل مین مختار قول یہہ کہ رجوع کرنا
جائز ہی کیونکہ اللہ تعالی ارشاد فرماتا ہی فاسئلوا
اہل الذکر ان کنتم لا تعلمون تو اب کسی مسئلہ مین
جسکی تقلید اول کرلی ہو اسی کی طرف رجوع
کرنے کو واجب کہنا اس آیت کو مقید کرنا ٹھیرگا
جو قائم مقام آیت کے منسوخ کرنیکے ہی جیسا کہ اصول
مین ٹھہر چکا ہی۔ اور ایک دلیل جواز رجوع کی
یہ ارشاد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ہی کہ میرے
اصحاب ستارون کی طرح ہین جس کسیکا اقتدا
کروگے راہ پاؤگے۔ علاوہ ازین سلف مین عوام
کا دستور تھا کہ فقہا سے فتوے پوچھتے بدون
اس کے کہ شخص معین کیطرف رجوع کرین اور اس
پر کوئی انکار نکرتا تو یہ معاملہ بھی جواز رجوع کے
لیے قائمقام اجماع کے ہوگیا ایسا ہی ہی شرح ابن
حاجب مین۔ اور دوسری صورت کے جواب مین
یعنی جس صورت مین کہ مقلد نے التزام کسی مذہب
معین کا مثل ابو حنیفہ اور شافعی کے کیا ہو ابن
حاجب نے اپنے مذہب کے اختلاف کیوجہ سے اس بات
مین اختلاف کا اشارہ کیا ہی اور کہا ہی کہ علما نے
اسمین تین قول مختلف کہے ہین کسی نے تو کہا کہ
مطلق جائز نہین اور کسی نے کہا کہ مطلقاً رجوع درست ہی
اور تیسرا قول یہہ ہے کہ حکم اس صورت مین اور پہلی صورت مین برابر
ہی یعنی رجوع کرنا فقیہ اول کی تقلید سے جائز نہین

اولغیرہ وفی الاختیار شرط انشراح الصدر للمعنی فی الدلیل اوکثرۃ من عمل بہ فی السلف اوکونہ احوط اوکونہ تفصیا من مضیق لا یمکن لہ الطاعۃ معہ لقولہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اذا امرتکم بامر فأتوا منہ بما استطعتم ونحو ذلک من المعانی المعتبرۃ فی الشرع لا لمجرد الھوی وطلب الدنیا وفی الوجوب شرط ان یتعلق بہ حق لغیرہ فیقضی القاضی بخلاف مذھبہ فی خزانۃ الروایات فی کشف القناع واذا قلد فقیہا فی شئ ھل یجوز لہ ان یرجع عنہ الی فقیہ آخر المسئلۃ علی وجہین احدھما ان لا یکون التزم مذھبا معینا کمذھب ابیحنیفۃ والشافعی وغیرھما والثانی التزم فحال الی ملتزم متبع ففی الوجہ الاول قال ابن الحاجب لا یرجع بعد تقلیدہ فیما قلدہ اتفاقا

یا حکم کا ٹوٹنا کسی دوسری وجہ سے ہو۔ اور عمل خلاف مذہب مختار ہونیکی صورت مین یہ شرط پسند کرتا ہون کہ عمل کے لیئے سینہ کا کھلنا کسی دلیل کی وجہ سے یا کثرت عاملین سلف کیوجہ سے یا اُس عمل کے محتاط تر ہونے کے سبب سے ہو یا اُس عمل کے باعث اُس دشواری سے نجات ہوتی ہو جس کے ہوتے ہوئے فرمان پذیری اس ارشاد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اس سے بن نسکے کہ جب مین تمکو کسی بات کا حکم کرون تو اُس مین سے جسقدر تمسے ہوسکے بجا لاؤ اور اسی طرحکی اور وجہون سے ہو جو شرع مین معتبر ہین صرف خواہش نفس اور دنیا کی طلب کی وجہ سے سینہ کا کھلنا نہو۔ اور عمل خلاف مذہب کے واجب ہونے مین یہ شرط پسند کرتا ہون کہ عامل کے ذمہ پر دوسرے کا حق لگا ہوا ہو اور قاضی اُسکے مذہب کے خلاف حکم لگا دے یعنی اس صورتمین عمل خلاف مذہب واجب ہے خزانۃ الروایات مین ہے کہ کشف القناع مین مذکور ہے کہ اگر ایک مسئلہ مین آدمی ایک فقیہ کی تقلید کرتا ہے تو اُس کو جائز ہے یا نہین کہ فقیہ اول کو چھوڑ کر کسی دوسرے فقیہ کیطرف رجوع کرے یہ سوال دو صورت پر ہے اول یہ کہ مقلد نے التزام ایک خاص مذہب کا مثل ابو حنیفہ اور شافعی کے مذہب کے نہین کیا دوم یہ کہ التزام مذہب معین کا کیا اور کہا کہ مین التزام کے ساتھ مقلد ہون تو اوّل صورت مین ابن حاجب نے کہا کہ جس عمل مین تقلید کریگا ہے اُس مین بعد تقلید کے بالاتفاق رجوع نکرے

فلا ينكر على من فعل فعلا مجتهدا او تقلد
مجتهد و فی الظهيرية و من فعل فعلا
مجتهدا فيه او قلد مجتهدا فی فعل
مجتهد فيه فلا عار و لا شناعة
و لا انكار عليه
و فی المنهاج للبيضاوی لو رأى
الزوج لفظا كناية و راته المرأة
صريحا فله الطلب
و لها الامتناع
فيرجعان الى
غيرهما

فائدہ

استشكل رجل شافعی الاختلاف بين
عبارتی الانوار فاجبته بما يحل
الاختلاف فی كتاب القضاء
من كتاب الانوار ما حاصله
اذا دونت هذه المذاهب الاربعة
جاز للمقلد ان ينتقل من مذهب
مجتهد الى مذهب آخر و كذا لو قلد
مجتهدا فی بعض المسائل و آخر
فی البعض الآخر حتى لو اختار
من كل مذهب الاهون كالحنفی اذا افتصد
و اراد ان ياخذ بالشافعی رح لئلا يتوضأ او

تو اُس شخص پر انکار نہین کیا جائیگا جس نے
کوئی فعل قابل اجتہاد کیا یا کسی مجتہد کی تقلید
کی اور ظہیریہ مین ہے کہ جو شخص کوئی فعل کرے
جسمین اختلاف مجتہدین ہو یا ایسے فعل
اختلافی مین کسی مجتہد کی تقلید کرے تو اُسکو
نہ کچھ ننگ ہے نہ بیجا انکار۔ اور بیضاوی کی
منہاج مین ہے کہ اگر شوہر نے کسی لفظ کو کنایہ
طلاق جانا اور عورت نے اُسکو صریح طلاق
سمجھا تو شوہر کو عورت سے طلب صحبت جائز ہے
اور عورت کو شوہر سے رُکا رہنا درست ہے ایسے
دونون کسی دوسرے سے مسئلہ پوچھین۔
فائدہ۔ ایک شخص شافعی نے انوار کی دو
عبارتون کا اختلاف مشکل سمجھا تو مینے اُسکو
جواب ایسی طرح دیا جس سے وہ اختلاف حل
ہوجاوے یعنی انوار کی کتاب القضا مین تو یہ
عبارت ہے جسکا خلاصہ یہ ہے کہ جب یہ چارون
مذہب قلم بند ہوگئے تو مقلد کو درست ہے کہ ایک
مجتہد کے مذہب سے دوسرے کے مذہب مین چلا جاوے
اور ایسی طرح اگر بعض مسائل مین ایک امام کی
تقلید کرے اور بعض مین دوسرے امام کی یہانتک
کہ اگر ہر مذہب مین سے آسان تر کو اختیار کرے
مثلاً حنفی شخص جب فصد کھلاوے اور چاہے کہ امام شافعی
کے مذہب پر عمل کرے تاکہ دوبارہ وضو نکرے یا

بعد تقليده فيما قلد اى عمل به ويجوز فى غيره وفى عمدة الاحكام من الفتاوى الصوفية سئل يوم عيد الفطر انا نرى بعض الناس يتطوعون فى الجامع عند الزوال فنمنعهم عن ذلك ونخبرهم عن ورود النهى عن الصلوٰة فى الاوقات الثلثة قال اما المنع فلا كيلا تدخل تحت قوله تعالىٰ ارأيت الذى ينهى عبداً اذا صلىٰ ولا تتيقن وقت الزوال بل عسى ان يكون قبله او بعده ولئن كان وقته فقد روى عن ابى يوسف رح لا يكره ذلك التطوع عند الزوال يوم الجمعة والشافعى رح لا يكره ذلك فى جميع الايام فلئن اعترضت على هذا المصلى فعسى ان يجيبك انه نقله فى هذه المسئلة من يرى جواز ذلك او يحتج عليك بما احتج به من اجاز ذلك فليس لك ان تنكر على من قلد مجتهداً او احتج دليلاً وفيها ايضا من التجنيس والمزيد وربما قلد هذا المصلى

جسکو تقلید فقیہ اول کی کسی مسئلہ مین کرلی ہو یعنی اس کی بموجب عمل کرلیا ہو اور دوسری صورتو نمین رجوع جائز ہی اور عمدۃ الاحکام مین فتاوے صوفیہ سے منقول ہی کہ ابن حاجب روز عید فطر کے پوچھا گیا کہ ہم بعض لوگون کو دیکھتے ہین کہ جامع مسجد مین زوال کیوقت نماز نفل پڑھتے ہین تو ہم ان کو اس نفل پڑھنے سے روکتے ہین اور انکو آگاہ کرتے ہین کہ تین وقتون مین نماز کی ممانعت آئی ہو انھون نے کہا کہ نفل پڑھنے والونکا روکو نہین تاکہ تم اس ارشاد خداوندی کے مضمون مین نہ آجاؤ ارأیت الذی ینہی عبدا اذا صلی اور ایک وجہ یہ کہ تمکو یقین وقت زوال نہین بلکہ شاید وہ وقت زوال سے پہلے یا پیچھے ہو اور اگر زوال ہی کا وقت ہو تو امام ابو یوسف سے منقول ہے کہ وہ اس نفل پڑھنے کو زوال کیوقت جمعہ کے دن مکروہ نہین جانتے تھے اور امام شافعی اس کو سب دنون مین مکروہ نہین جانتے تو اگر تم اس نفل پڑھنے والے پر اعتراض کروگے تو عجب نہین کہ وہ تمکو یہ جواب دے کہ مین نے اس مسئلہ مین اس امام کی تقلید کی ہو جو اسکے جواز کا معتقد ہی یا نہ ہو وہ حجت پیش کریگا جسکو اس عالم نے قائم کی جو اس فعل کو جائز کہتا ہے غرض کہ تمکو انکار کرنا درست نہین ایسے شخص پر کہ کسی مجتہد کی تقلید کرے یا کوئی حجت شرعی پیش کرے اور نیز عمدۃ الاحکام مین تجنیس اور مزید سے منقول ہی کہ بعض اوقات نمازی مجتہد مجوز کی تقلید کرتا ہے

المسئلة الثانية مبنية على قول الغزالي وشرذمة والاول على قول الجمهور فافهم فان حل هذا الاختلاف قد صعب على بعض المصنفين

مسئلہ

اعلم ان تقليد المجتهد على وجهين واجب وحرام فاحدهما ان يكون من اتباع الرواية دلالة تفصيله ان الجاهل بالكتاب والسنة لا يستطيع بنفسه التتبع ولا الاستنباط فكان وظيفته ان يسأل فقيها ما حكم رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم في مسئلة كذا وكذا فاذا اخبر تبعه سواء كان ماخوذا من صريح نص او مستنبطا منه او مقيسا على المنصوص فكل ذلك راجع الى الرواية عنه صلى الله عليه وآله وسلم ولو دلالة وهذا قد اتفقت الامة على صحته قرنا بعد قرن بل الامم كلها اتفقت على مثله في شرائعهم وامارة هذا التقليد ان يكون عمله بقول المجتهد كالمشروط بكونه موافقا للسنة

کہ دوسرا مسئلہ یعنی باب الاحتساب کا مبنی ہے امام غزالی اور کچھ علما کے قول پر اور مسئلہ اول کتاب القضا کا مبنی ہے جمہور کے قول پر اسکو خوب سمجھو اسوجہ سے کہ رفع کرنا الوار کی عبارتوں کے اس اختلاف کا بعض مصنفون پر دشوار گزرا ہے۔

چوتھا مسئلہ۔ جاننا چاہیے کہ تقلید مجتہد کی دو طرح پر ہے ایک واجب دوم حرام واجب کی تو یہ صورت ہے کہ روایت حدیث کے اتباع سے ہو بطور دلالت کے۔ اُسکی تفصیل یہ ہے کہ جاہل قرآن اور حدیث سے بذات خود تلاش اور استنباط مسائل نہین کر سکتا تو اُسکے ذمہ یہی ہے کہ کسی عالم سے پوچھے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فلان مسئلہ مین کیا حکم فرمایا ہے اور جب وہ عالم بتادے تو اُس کا اتباع کرے خواہ وہ حکم صریح نص سے لیا گیا ہو یا اُس سے استنباط کیا ہوا یا حکم صریح پر قیاس کیا ہوا کہ ساری باتین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیطرف راجع ہین گو دلالت کے طور پر ہون اس قسم کی تقلید کی صحت پر تمام امت ہر قرن کی یکے بعد دیگرے متفق ہے بلکہ اس جیسی بات پر ساری امتین اپنی شریعتون مین متفق ہین۔ اور علامت اس تقلید کی یہ ہے کہ مقلد کا عمل مجتہد کے قول پر گویا اس شرط سے ہے کہ قول مذکور موافق سنت کے ہو

الشافعي مس فرجه او امرأة واراد
ان يأخذ بالحنفي لئلا يتوضأ
وغير ذلك من المسائل جاز هذا
حاصل كلام صاحب الانوار في كتاب
القضاء وقال في باب الاحتساب
لو رأى الشافعي شافعيا يشرب
النبيذ او ينكح بلا ولي ويطأها فله
ان ينكر لان على كل مقلد
اتباع مقلده ويعصي بالمخالفة
ولو رأى الشافعي الحنفي يأكل
الضب او متروك التسمية عمدا
فله ان يقول اما ان تعتقد ان
الشافعي اولى بالاتباع واما ان
تترك هذا كلامه في الاحتساب
وبين القولين اختلاف اقول
وحل الاختلاف عندي والله
اعلم ان معنى قوله يعصي بالمخالفة
انه يعصي اذا عزم على تقليده في
جميع المسائل او في هذه المسئلة
ثم اقدم على المخالفة فهذه معصية
بلا شك واما اذا قلده في هذه
المسئلة غيره فذلك الغير هو مقلده
ولم يخالفه او نقول له

شافعی نے اپنی شرمگاہ یا کسی عورت کو ہاتھ لگایا اور
چاہا کہ حنفی مذہب اختیار کرے تاکہ وضو نہ کرنا پڑے
اور اس کے سوا اور مسائل میں ایسا کرے تو جائز ہوگا
مؤلف انوار کی تقریر کا حاصل کتاب القضا میں تو یہ ہی
اور باب الاحتساب میں یون کہا ہی کہ اگر کوئی شافعی
دوسرے شافعی کو دیکھے کہ نبیذ پیتا ہے یا بدون ولی
کے نکاح کرکے عورت سے ہمبستر ہوتا ہی تو اول شخص کو
روا ہی کہ دوسرے پر اعتراض کرے کیونکہ ہر مقلد پر اتباع
اپنے امام کا واجب ہی اور مخالفت امام کی نبیے گنہگار
ہوگا اور اگر شافعی کسی حنفی کو دیکھے کہ سوسمار کھاتا ہی
یا وہ جانور کہ اُسکے ذبح کرنے مین بسم اللہ دانستہ چھوڑ دی
ہو کھاتا ہی تو اُس کو جائز ہی کہ حنفی مذکور سے کہے کہ یا تو
اس بات کا معتقد ہو کہ امام شافعی زیادہ مستحق اتباع
کے ہین یا ان چیزون کا کھانا ترک کر یہ تقریر انوار والے
کی احتساب مین ہی اور دونون قولون مین اختلاف ہے
مین کہتا ہون کہ میرے نزدیک اس اختلاف کا حل
واللہ اعلم یہ ہی کہ اُس کے قول (مخالفت کرنے امام کے
گناہگار ہوگا) کے یہ معنی ہین کہ جب مقلد نے اپنے امام
کی تقلید کرنیکا سب مسئلون مین یا اس خاص مسئلہ مین
پختہ ارادہ کر لیا پھر مخالفت پر جرأت کی تو یہ مخالفت
بیشک گناہ ہی اور جس صورت مین کہ اس مسئلہ مین دوسرے
امام کی تقلید بدون کسی عزم کے کی تو امام وہی رہیگا
اور مقلد اُس کی مخالفت نہ کریگا - یا ہم کہتے ہین

واستيقن بصحته لم يقبله لكون
ذمته مشغولة بالتقليد
فهذا الاعتقاد فاسد وقوله
كاسد ليس له شاهد من
النقل والعقل وما كان
احد من القرون الثلاثة
يفعل ذلك وقد كذب في
ظنه من ليس بمعصوم من
الخطأ معصوما حقيقة او معصوما
في وجوب العمل بقوله وفي ظنه ان الله تعالى
كلفه بقوله وان ذمته مشغولة بتقليده
وفي مثله نزل قوله تعالى وانا على آثارهم
مقتدون وهكذا كان تحريفات الملل السابقة
مسئلة اختلفوا في الفتوى بالروايات
الشاذة المهجورة في خزانة الروايات
في السراجية ثم الفتوى على
الاطلاق على قول ابي حنيفة رح
ثم بقول ابي يوسف رح ثم بقول محمد
بن الحسن الشيباني رح ثم بقول زفر بن
هذيل والحسن بن زياد رح وقيل اذا كان
ابو حنيفة رح في جانب وصاحباه في
جانب فالمفتي بالخيار والاول اصح
اذا لم يكن المفتي مجتهدا

اور اُسکے صحیح ہونیکا یقین بھی کرلیتا ہو تب بھی
حدیث کو قبول نہین کرتا کیونکہ اُسکے ذمہ تو تقلید
کی پخ لگی ہوئی ہے تو یہ اعتقاد خراب اور نکما قول
ہے اسکا شاہد نہ نقلی ہے نہ عقلی اور پہلے تین قرنون
مین سے کوئی یہ امر نکرتا تھا اور اس مقلد نے
دو غلطیان کین اول تو یہ کہ جو شخص خطا سے معصوم
نہ تھا اُسکو معصوم حقیقی یا اُسکے قول پر عمل کرنے
کے حق مین معصوم گمان کرلیا اور دوسری یہ کہ
خیال کرلیا کہ اللہ تعالی نے مجھے اُسکے قول کو ماننے
کا حکم کردیا اور میرا ذمہ اسکی تقلید سے کاہوا ہے
اور آہی جیسے مقلد کے بارہ مین یہ ارشاد خداوندی
نازل ہوا ہے وانا علی آثارہم مقتدون اور پہلی
امتون کی تحریفین بھی اسی صورت کی تھین۔
پانچوان مسئلہ۔ علماء نے اختلاف کیا ہے فتوی
دینے مین اُن روایات سے جو نادر اور متروک
ہین۔ خزانۃ الروایات مین ہے کہ سراجیہ
مین لکھا ہے کہ پھر فتوی مطلق امام ابوحنیفہ
کے قول پر ہے پھر ابویوسف کے قول پر پھر محمد بن
حسن شیبانی کے قول پر پھر زفر بن ہذیل اور حسن
بن زیاد کے قول پر۔ اور بعض نے کہا کہ جب امام
اعظم ایک جانب ہون اور صاحبین ایک جانب
تو مفتی کو اختیار ہے چاہے جس قول پر فتوی دے
اور قول اول صحیح تر ہے بشرطیکہ مفتی مجتہد نہو

فلا یزال متفحصا عن السنة بقدر الامکان فمتی ظهر حدیث یخالف قوله نبذه واخذ بالحدیث والیه اشار الائمة قال الشافعی رح اذا صح الحدیث فهو مذهبی واذا رأیتم کلامی یخالف الحدیث فاعملوا بالحدیث واضربوا بکلامی الحائط وقال مالک رح ما من احد الا وهو ماخوذ من کلامه ومردود علیه الا رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم وقال ابو حنیفة رح لا ینبغی لمن لم یعرف دلیلی ان یفتی بکلامی وقال احمد لا تقلدنی ولا تقلدن مالکا ولا غیره وخذ الاحکام من حیث اخذوا من الکتاب والسنة والوجه الثانی ان یظن بفقیه انه بلغ الغایة القصوی فلا یمکن ان یخطی فمهما بلغه حدیث صحیح صریح یخالف مقالته لم یترکه اوظن انه لما قلده کلفه الله بمقالته وکان کالسفیه المحجور علیه فاذا بلغه حدیث

تو یہ مقلد ہمیشہ جو یا سنت کا رہے جہان تک ہو سکے پس جب کوئی حدیث ظاہر ہو جو مخالف قول اُسکے مجتہد کے ہو تو اُس قول کو چھوڑ دے اور حدیث پر عمل کرے اور اسی بات کیطرف امامون نے اشارہ کیا ہے چنانچہ امام شافعی نے کہا کہ جب حدیث ثابت ہو جاے تو وہی میرا مذہب ہے اور جب تم میرے کلام کو مخالف حدیث کے دیکھو تو حدیث پر عمل کرو اور میرے کلام کو دیوار پر دے مارو ۔ اور امام مالک نے کہا کہ کوئی ایسا نہیں جو اپنے کلام کیوجہ سے ماخوذ نہو اور اُس کا قول اُسپر رد نکیا جاوے بجز رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے ۔ اور امام ابو حنیفہ نے کہا کہ جو شخص میری دلیل کو نہ جانتا ہو اُس کو نہین چاہیے کہ میرے کلام سے فتوی دے ۔ اور امام احمد نے کہا کہ تو نہ میری تقلید کر نہ مالک کی نہ اور کسی کی اور احکام کو قرآن اور حدیث سے لے جہان سے انھون نے لیے ۔ اور تقلید حرام کی یہ صورت ہے کہ کسی فقیہ کو گمان کرے کہ وہ علم مین نہایت کو پہنچ گیا ہے ہو نہین سکتا کہ وہ خطا کرے تو ایسے مقلد کو جب کوئی حدیث صحیح اور صریح پہونچتی ہے کہ مخالف اُس فقیہ کے قول کے ہو تو اُسکے قول کو نہین چھوڑتا یا یہ گمان کرے کہ جب مین نے اس فقیہ کی تقلید کی تو اللہ تعالی نے انکا قول ماننے کا مجھے حکم کر دیا ایسے مقلد کا حال ایسا ہی ہے جیسا کم عقل آدمی اپنے مال مین تصرف کرنے سے روک دیا جاتا ہے تو اگر اُس کو کوئی حدیث پہونچتی ہے

فی القنیۃ فی باب ما یتعلق بالمفتی
من النوادر قال رض والفتوی
فیما یتعلق بالقضاء علی قول
ابی یوسف لزیادۃ تجربتہ و
فی المضمرات ولا یجوز للمفتی ان
یفتی ببعض الاقاویل المهجورۃ
لجر منفعۃ لان ضرر ذلک فی
الدنیا والاخرۃ اتم واعم بل یختار
اقاویل المشائخ واختیارهم ویقتدی
بسیر السلف ویکتفی باحراز
الفضیلۃ والشرف فی القنیۃ
فی کتاب ادب القاضی فی
باب مسائل متفرقۃ مسئلۃ المسائل التی
یتعلق بالقضاء الفتوی فیها علی قول
ابی یوسف لانہ حصل لہ زیادۃ علم
بالتجربۃ وفی عمدۃ الاحکام من کشف
البزدوی یستحب للمفتی الاخذ بالرخص
تیسیرا علی العوام مثل التوضی بماء
الحمام والصلوۃ فی الاماکن
الطاهرۃ بدون المصلی وعدم الاحتراز
عن طین الشوارع فی موضع حکموا بطهارتہ فیها
ولا یلیق ذلک باهل العزلۃ بل الاخذ بالاحتیاط
والعمل بالعزیمۃ اولی بهم وفی القنیۃ ثم ینبغی للمفتی

قنیہ کے اس باب میں جس میں مسائل متعلقہ
مفتی مذکور ہیں بیان کیا ہے کہ فتوی اُن مسائل میں
کہ متعلق فیصلہ مقدمات ہوں امام ابو یوسف کے
قول پر ہے بوجہ اُنکے تجربہ کے زیادہ ہونیکے۔ اور مضمرات
میں ہے کہ مفتی کو درست نہیں کہ بعض اقوال متروک
سے نفع ملنے کی غرض سے فتوے دے کیونکہ اسکا
نقصان دنیا اور آخرت میں کامل تر اور عام تر ہے
بلکہ علما کے اقوال مختار اختیار کرے اور سلف کی
سیرتوں کا اقتدا اور اسی فضیلت و شرف کو حاصل
کرنے پر اکتفا کرے۔ قنیہ کے کتاب ادب القاضی
کے باب مسائل متفرقہ میں یہ ایک مسئلہ مذکور ہے کہ
جو مسائل متعلق فیصلہ مقدمات ہیں انمیں فتوی
امام ابو یوسف کے قول پر ہے کیونکہ اُن کو تجربہ کے
سبب سے زیادہ واقفیت ہوگئی تھی۔ اور عمدۃ الاحکام
میں بزدوی کی کتاب کشف سے منقول ہے کہ مفتی
کو مستحب ہے کہ عوام پر آسانی کی غرض سے رخصتوں
پر فتوی دے مثلاً حمام کے پانی سے وضو کرنا اور
پاک جگہوں میں بدون جانماز کے نماز پڑھنے
اور سڑکوں کے گارے سے پرہیز کرنا ایسے
مقام پر جہاں کے گارے کو علما پاک ہونے کا حکم دیں
اور یہ رخصت گوشہ نشینوں کے لائق نہیں ہے
انکے حق میں بہتر یہی ہے کہ احتیاط پر کاربند ہوں اور
عزیمت پر عمل کریں۔ اور قنیہ میں ہے کہ

لانہ کان اعلم زمانہ حتے
قال الشافعی الناس کلہم
عیال ابی حنیفۃ فی الفقہ فی المضمرات
وقیل اذا کان ابو حنیفۃ رح فی جانب
وابو یوسف رح ومحمد رح فی جانب
فالمفتی بالخیار ان شاء اخذ
بقولہ وان شاء اخذ بقولہما وان
کان احدہما مع ابی حنیفۃ یاخذ
بقولہما البتۃ الا اذا اصطلح المشائخ
الاخذ بقول ذلک الواحد فیتبع اصطلاحہم
کما اختار الفقیہ ابو اللیث قول زفر فی
قعود المریض للصلوۃ انہ یقعد کما
یقعد المصلی فی التشہد لانہ ایسر
علی المریض وان کان قول اصحابنا
ان یقعد المریض فی حال القیام متربعا او
محتبیا لیکون فرقا بین القعدۃ والقعود
الذی ہو فی حکم القیام ولکن ہذا یشق
علی المریض لانہ لم یتعود ہذا القعود وکذلک
اختاروا تضمین الساعی اذا سعی الی
السلطان بغیر اذن وہذا قول زفر سدا
لباب السعایۃ وان کان قول اصحابنا لا یجب الضمان
لانہ لم یتلف علیہ مالا ویجوز للمشائخ ان یاخذوا
بقول واحد من اصحابنا عملا بمصلحۃ الزمان

کیونکہ امام اعظم اپنے وقت کے بڑے عالم تھے حتی کہ امام
شافعی نے کہا ہے کہ سب آدمی فقہ میں ابو حنیفہ کے تربیت
یافتہ ہیں ۔ مضمرات میں ہے کہ بعض علما کا قول یہ ہے کہ
جب ابو حنیفہ ایک طرف ہوں اور ابو یوسف اور محمد ایک طرف
تو مفتی کو اختیار ہے اگر چاہے امام کے قول کو لے اور اگر
چاہے صاحبین کا قول لے اور اگر صاحبین میں سے ایک امام کے
ساتھ ہو تو یقینا انھیں دو کا قول لے مگر جس صورت میں کہ
علما نے اس ایک کے قول کو لینا مصلحت جانا ہو تو مفتی بھی
ان کی مصلحت کی پیروی کرے جیسے فقیہ ابو اللیث نے
مریض کے بیٹھکر نماز پڑھنے میں امام زفر کا قول اختیار کیا
ہے کہ مریض اس طرح بیٹھے جیسے نمازی التحیات میں بیٹھتا
ہے کیونکہ یہ بیٹھنا مریض پر زیادہ آسان ہے اگرچہ دوسرے
ہمارے ائمہ کا یہ قول ہے کہ مریض قیام کے عوض پالتی مارکر
یا گوٹ مارکر بیٹھے تاکہ قیام کے بدلے بیٹھنے اور التحیات کے
بیٹھنے میں فرق ہو جائے لیکن اس طرح بیٹھنا مریض پر
دشوار ہے اسلیئے کہ اُسکو اس بیٹھک کی عادت نہیں پڑی
اور اسی طرح علما نے چغلخور سے تاوان لینا پسند کیا ہے جس
صورت میں کہ بادشاہ سے اسنے چغلی بدون حکم سلطانی
کھائی ہو یہ قول بھی امام زفر کا ہے اس مصلحت کے لیے کہ
چغلی کا باب بند ہو جائے اگرچہ ہمارے باقی ائمہ کا قول
یہ ہے کہ تاوان لینا واجب نہیں کیونکہ چغل خور نے اُس کا
کوئی مال تلف نہیں کیا ۔ اور علما کو درست ہے کہ ہمارے ائمہ میں سے
ایک کا قول کسی مصلحت وقت پر عمل کرنیکی وجہ سے اختیار کریں

لا يصح و يعذر الفقيه وفى
التحفة شرح المنهاج نقل
العراقى فى الاجماع على
تخيير المقلد بين قولى امامه
اى على جهة البدل لا الجمع اذا
لم يظهر ترجيح احدهما وكانه
اراد اجماع ائمة مذهبه كيف
ومقتضى مذهبنا كما قاله
السبكى منع ذلك فى القضاء
والافتاء دون العمل
لنفسه و به يجمع بين
قول الماوردى لا يجوز
عندنا وانتصر الغزالى
كما يجوز لمن
اداه اجتهاده
الى تساوى جهتين ان
يصلى الى ايهما
شاء اجماعا
وقول الامام يمتنع ان كانا
فى حكمين
متضادين كايجاب وتحريم
بخلاف نحو خصال
الكفارة واجرى السبكى ذلك

تو اُسکا حکم صحیح نہوگا اور اُس عالم کو سزا دیجائیگی اور
تحفہ یعنی شرح منہاج مین ہے کہ عراقی نے اجماع
نقل کیا ہے مقلد کے اختیار کرنے پر اپنے امام کے
دو قولون کو یعنی کبھی ایک کو کبھی دوسرے کو نہ یہ نہین
کہ دونون کو ایک ساتھ لے اور ایک کو بھی بدل کیطور
پر اُس صورتمین ہو کہ ترجیح ایک کی دوسرے پر ظاہر نہو
اور شاید عراقی نے اجماع سے اپنے مذہب کے ائمہ کا
اجماع مراد لیا ہو کیونکہ ہمارے مذہب کا مقتضا تو
سبکی کے قول کے بموجب اس اختیار کی ممانعت ہے
فیصلہ مقدمات اور فتوی دینے مین نہ اپنے آپ
عمل کرنے مین اور یہی ہے (یعنی اختیار قولین اپنے
حق مین ممنوع نہین قضا اور افتا مین منع ہی) مطابقت
ہوتی ہے ماوردی اور امام کے قولین کہ ماوردی
کہتا ہے کہ اختیار قولین ہمارے نزدیک جائز نہین
جیسا اُس شخص کو جسکی عقل مین دو طرفین قبلہ ہونین
برابر ہون جائز ہے کہ جونسی طرف کو اُن دونون
مین سے چاہے بالاتفاق نماز پڑھ لے اور امام
غزالی نے ماوردی کے قول کی اعانت کی ہے —
اور امام کا قول یہ ہے کہ اختیار قولین مقلد کو
منع ہی اگر دونون قول دو حکمون ضد یکدیگر مین ہون
مثلاً ایک واجب ہو نہین ہوا اور دوسرا حرام نہین ہو
بخلاف کفارہ کی سی باتون کے کہ انمین منع نہین اور
سبکی نے اختیار قولین اپنے حق مین عمل کرنیکے جواز کو

ان یفتی الناس بما هو اهون علیهم
کما ذکره البزدوی فی شرح الجامع
الصغیر ینبغی للمفتی ان یاخذ بالایسر
فی حق غیره خصوصا فی حق الضعفاء
لقوله علیه الصلوة والسلام لابی موسی
الاشعری ومعاذ حین بعثهما الی الیمن
یسرا ولا تعسرا وفی عمدة الاحکام فی
کتاب الکراهیة سؤر الکلب والخنزیر
نجس خلافا لمالک وغیره ولو افتی
بقول مالک جاز وفی القنیة فقیه
یفتی بمذهب سعید بن المسیب ویزوج
المرأة للاول وابقیت مطلقة بثلاث
تطلیقات کما کانت ویعزر الفقیه
وفقیه یحتال فی الطلقات الثلاث ویأخذ
الرشی بذلک ویزوجها للاول بدون
دخول الثانی هل یصح النکاح
وما جزاء من یفعل ذلک قالوا یسود وجهه
فی الفتاوی الاعتمادیة من الفتاوی
السمرقندی ان سعید بن المسیب رجع عن قوله
ان دخول المحلل لیس بشرط
فی التحلیل ولو
قضی به قاض لا ینفذ قضاءه
ولو حکم به فقیه

کہ لوگون کو ایسی بات کا فتوی دے جو ان کے حق مین زیادہ آسان
ہو جیسے بزدوی نے شرح جامع صغیر مین بیان کیا ہے کہ
مفتی کو مناسب ہے کہ فتوے مین ایسا قول اختیار کرے
جو دوسرے کے حق مین خصوصا کمزورون کے حق مین
آسان تر ہو کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو موسی
اشعری اور معاذ بن جبل کو جب یمن کی طرف روانہ کیا تو
ارشاد فرمایا کہ تم دونون آسانی کیجیو تنگی مت کیجیو۔ اور
عمدۃ الاحکام کے کتاب الکراہیت مین ہے کہ جھوٹا کتے اور
سور کا ناپاک ہے اور اس مین امام مالک وغیرہ کا اختلاف ہے
اور اگر مفتی نے امام مالک کے قول پر فتوی دیا تو درست ہے
اور قنیہ مین ہے کہ ایک عالم سعید بن مسیب کے مذہب کے موافق فتوی
دیتا ہے اور تین طلاق دی ہوئی عورت کا نکاح شوہر اول سے
کرتا ہے تو وہ عورت جون کی تون تین طلاق دی ہوئی رہیگی
اور اس عالم کو سزا دیجائیگی اور ایک عالم تین طلاقون مین
حیلہ کرتا ہے اور اس بہانہ سے رشوت لیتا ہے اور عورت
کو شوہر اول سے بدون دوسرے شوہر کی صحبت کے نکاح
کرتا ہے تو یہ نکاح درست ہے یا نہین اور جو ایسا کرے اسکی
سزا کیا ہے تو علما نے کہا کہ ایسے عالم کا مونھ کالا کرکے نکالا
جائے۔ فتاوی اعتمادیہ مین فتاوی سمرقندی سے منقول ہے
کہ سعید بن مسیب نے اپنے اس قول سے (کہ عورت کو شوہر اول
کے لیے حلال کرنے مین صحبت دوسرے شوہر کی شرط نہین)
رجوع کرلیا ہے تو اب اگر کوئی قاضی انکے قول کے بموجب حکم دیگا تو اسکا
حکم نافذ نہ ہوگا اور اگر کوئی عالم اس کے بموجب حکم کریگا

يعتمد على فتواه فكان معذورا
فيما صنع وان كان المفتي
مخطيا فيما افتى وان لم يستفت
ولكنه بلغه الخبر وهو قوله
صلى الله عليه وآله وسلم افطر
الحاجم والمحجوم وقوله عليه
الصلوة والسلام الغيبة
تفطر الصائم ولم يعرف النسخ
ولا تاويله لا كفارة عليه
عندهما لان ظاهر الحديث واجب
العمل به خلافا لابي يوسف لانه
ليس للعامي العمل بالحديث لعدم
علمه بالناسخ والمنسوخ ولو لمس
امرأة او قبلها بشهوة
او اكتحل فظن ان ذلك يفطر ثم
افطر عليه الكفارة الا اذا استفتى
فقيها فافتاه بالفطر او بلغه خبر
فيه ولو نوى الصوم قبل الزوال
ثم افطر لم يلزمه الكفارة
عند ابي حنيفة خلافا لهما
كذا في المحيط
وقد علم من هذا ان من مذهب
العامي

اس کے فتوے پر اعتماد رکھتا ہو تو اس صورت مین
عامی مذکور اپنے فعل مین معذور ہوگا گو مفتی نے
اپنے فتوی مین خطا کی ہو۔ اور اگر اسنے عالم سے دریافت
نہین کیا لیکن اسکو حدیث پہونچی تھی یعنی یہ ارشاد
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا کہ جو پچھنے سے خون
نکالے اور جو نکلواوے دونونکا روزہ ٹوٹ جاتا ہے
اور یہ ارشاد کہ غیبت روزہ دار کا روزہ توڑتی ہے اور
عامی مذکور نے نہ ان حدیثونکا منسوخ ہونا جانا نہ انکے
معانی مقصودہ اسکو معلوم ہوئے تو امام صاحب اور محمد
کے نزدیک اسپر کفارہ نہوگا کیونکہ عمل کرنا حدیث کے
ظاہر معنی پر واجب ہے ابو یوسف اسکے خلاف کہتے ہین
اسلئے کہ عامی کو حدیث پر عمل کرنا جائز نہین کہ وہ
ناسخ اور منسوخ سے واقف نہین۔ اور اگر روزہ دار نے
شہوت سے عورت کو ہاتھ لگایا یا اسکا بوسہ لیا اسی
طرح یا اپنی آنکھ مین سرمہ ڈالا اور گمان کیا کہ یہ حرکت
روزہ توڑتی ہے پھر دانستہ افطار کر لیا تو اسپر کفارہ
لازم ہوگا مگر جس صورت مین کہ کسی عالم سے مسئلہ
پوچھا اور اسنے روزہ جاتا رہنے کا حکم دیا یا اسنے کسی
اس بے کوئی حدیث سنی تو کفارہ نہوگا۔ اور اگر کسی
نے زوال سے پیشتر نیت روزہ کی کی پھر روزہ توڑ
ڈالا امام ابو حنیفہ کے نزدیک اسکو کفارہ لازم
نہوگا اور صاحبین کے نزدیک کفارہ ہوگا ایسا ہی
ہے محیط مین اور اس سے معلوم ہوا کہ عامی کا مذہب

وتبعه في العمل بخلاف المذاهب الاربعة
اي مما علمت بسنة لمن يجوز تقليده
وجميع شروطه عنده وحمل على
ذلك قول ابن الصلاح لا يجوز تقليد
غير الائمة الاربعة اي في قضاء
وافتاء ومحل ذلك وغيره
من صور التقليد ما لم يتتبع الرخص
بحيث تخلع ربقة التقليد عن عنقه
والا اثم به بل قيل فسق
وهو وجيه قيل ومحل ضعفه
ان يتتبعها من المذاهب
المدونة والا فسق قطعا انتهى

فصل في العامي

اعلم ان العامي الصرف ليس
له مذهب معين وانما
مذهبه فتوى المفتي في
البحر الرائق لو احتجم او اغتاب فظن
انه يفطره ثم اكل ان لم يستفت فقيها
ولا بلغه الخبر فعليه الكفارة لانه مجرد
جهل وانه ليس بعذر في دار الاسلام وان
استفتى فقيها فافتاه لا كفارة عليه لان
العامي يجب عليه تقليد العالم اذا

اوس شخص مجتہد کے لیے جاری کیا ہے جسکی تقلید درست ہو اور تمام
شرائط اجتہاد کی اوس مین موجود ہون اور لوگون نے عمل
خلاف چارون مذہب کے کرنے مین سبکی کا اتباع کیا ہے
یعنے اس شخص کے اعمال مین کہ مطابق حدیث کے عمل مین
آوین اور ابن صلاح کا یہ قول کہ تقلید چارون اماموں کے
سوا دوسرے کی جائز نہین اسی پر محمول ہے کہ حکم قاضی اور مفتی
مین جائز نہین اور اسکا اور تقلید کی دوسری صورتونکا موقع
اوسوقت تک ہے کہ مقلد رخصتون کی جستجو ایسی طرح نہ کرے
تقلید کا پھندا اسکی گردن سے کھلجاوے ورنہ تلاش رخصتون
کے سبب سے گنہگار ہوگا بلکہ قول ضعیف یہ ہے کہ فاسق ہوگا
اور یہ قول موجہ ہے اور بعض علما نے کہا کہ موقع قول ضعیف کا
یہ ہے کہ رخصتون کی جستجو ان مذہبون قلم بند سے کرے ورنہ
یقیناً فاسق ہوگا تمام ہوا قول صاحب تحفہ کا۔

چوتھی فصل۔ عامی کے بیان مین۔

معلوم کرنا چاہیئے کہ نرے عامی کا کوئی مذہب معین نہین
بلکہ اوسکا مذہب مفتی کا فتوے ہوتا ہے۔ بحر الرائق مین ہے
کہ اگر روزہ والے نے پچھنے لگوائے یا کسی کی غیبت کی اور گمان
کیا کہ یہ حرکت روزہ توڑتی ہے پھر اوسنے دانستہ کھا لیا تو اگر
اوسنے کسی عالم سے نہین پوچھا تھا اور نہ اوسکو حدیث پہونچی
تھی تو اوسپر کفارہ واجب ہوگا کیونکہ صرف جہالت ہی رہی
اور دار الاسلام مین نجانا عذر نہین ہوسکتا اور اگر کسی عالم
سے حکم پوچھا تھا اور عالم نے افطار کا فتوی دیا تھا تو اوسپر کفارہ
لازم نہ آویگا کیونکہ عامی کو عالم کی تقلید واجب ہے جبکہ

لم یلزمه بمجرد افتائه اذ له ان
یسأل غیره وحینئذ فقد
یخالفه فیجیٔ فیه الخلاف
فی اختلاف المفتیین اما اذا وقعت
له حادثة غیر تلک فالا صح
انه یجوز له ان یستفتی فیها
غیر من استفتاه فی الحادثة
السابقة وقطع الکیا الهراسی
بانه یجب علی العامی ان یلتزم
مذهبا معینا واختار فی
جمع الجوامع انه یجب ذلک
ولا یفعله لمجرد التشهی بل یختار
مذهبا یقلده فی کل
شیٔ یعتقده ارجح او مساویا
لغیره لا مرجوحا وقال النووی
الذی یقتضیه الدلیل انه
لا یلزمه التمذهب بمذهب
بل یستفتی من شاء لکن
من غیر تلقط الرخص ولعل
من منعه لم یثق بعدم
تلقطه واذا التزم مذهبا
معینا فیجوز له الخروج عنه
علی الاصح

تو اُس پر حکم مفتی اول کا بمجرد اُس کے فتوی دینے کے
لازم نہوگا کیونکہ اُس کو جائز ہے کہ دوسرے سے حکم دریافت
کرے اور اس صورت مین کبھی دوسرا مفتی پہلے کے خلاف
کہیگا تو اس حکم مین خلاف دو مفتیون کے اختلاف کی
صورت مین ہو جائیگا۔ لیکن جس صورت مین کہ عامی کو
کو دوسرا حادثہ سوائے اول کے پیش آوے تو صحیح تر یہ
ہے کہ اُس کو درست ہو کہ اس دوسرے حادثے مین
فتوے اُس شخص کے سوا جس سے پہلے حادثہ مین پوچھا
تھا دوسرے سے دریافت کرے۔ اور کیا ہراسی نے قطعاً کہا
ہو کہ عامی کے ذمہ واجب ہو کہ کسی مذہب معین کا التزام
کرے اور جمع الجوامع مین اس بات کو پسند کیا ہے کہ
التزام مذہب معین واجب ہے اور اس التزام کو صرف
خواہش نفس کے لیے نکرے بلکہ کوئی سا مذہب پسند
کرلے کہ ہر چیز مین اُس کی تقلید کرے جس کو راجح تر یا
دوسرے کے برابر سمجھے مغلوب اور کم نجانے ۔ اور
نووی نے کہا ہے کہ جس بات کو دلیل چاہتی ہو
وہ یہ ہے کہ عامی کو مذہب معین اختیار کرنا لازم
نہین بلکہ جس عالم سے چاہے فتوے دریافت کرلے
لیکن یہ ہو کہ رخصتین چننے لگے اور شاید جس نے
عامی کو ہر عالم سے فتوے لینے کو منع کیا ہے اُس نے
اُس کی رخصتین چننے پر اعتماد نہین کیا۔ اور جس صورت
مین کہ عامی مذہب معین کا التزام کرلے تو اُسکو اُس
مذہب سے نکلنا بموجب قول صحیح تر کے درست ہے

فتوی مفتیه ومنه ایضا فی باب
قضاء الفوائت عند قوله ویسقط
لضیق الوقت والنسیان انه کان عامیا
لیس له مذهب معین فمذهبه فتوی
مفتیه کما صرحوا به فان افتی حنفی
اعاد العصر والمغرب وان افتاه
شافعی فلا یعیدهما ولا عبرة لرأیه
وان لم یستفت احدا وصادف الصحة
علی مذهب مجتهد اجزاه ولا اعادة علیه
فی شرح منهاج البیضاوی
لابن امام الکاملیة فلما وقعت
لعامی حادثة فاستفتی فیها
مجتهدا وعمل فیها بفتوی ذلك
المجتهد فلیس له الرجوع عنه الی
فتوی غیره فی تلك الحادثة بعینها
بالاجماع کما نقله ابن الحاجب وغیره
وفی جمع الجوامع الخلاف فیه
وان کان قبل العمل فقال النووی
المختار ما نقله الخطیب
وغیره انه ان لم یکن هناك
مفت اخر لزمه بمجرد فتواه
وان لم تسکن نفسه وان کان
هناك اخر

اُس کے مفتی کا فتوی ہوتا ہو۔ اور نیز بحرالرائق کے باب
قضاء الفوائت مین مؤلف کے اس قول کے پاس کہ ترتیب
وقت کی تنگی اور بھول جانے سے ساقط ہوتی ہو مذکور ہے کہ اگر
مقلد عامی ہو تو اُسکا کوئی مذہب معین نہین اُس کا مذہب
اُسکے مفتی کا فتوی ہو جیسا کہ علما نے اس کی تصریح کی ہو
تو اگر کسی حنفی نے فتوی دیا ہو تو نماز عصر اور مغرب کی دوبارہ
پڑہے اور اگر کسی شافعی نے فتوی دیا ہو تو دونون
نمازون کا اعادہ نہ کرے اور خود اُس کی رائے کا کچھ
اعتبار نہین اور اگر کسی سے فتوی نہین پوچھا اور کسی
مجتہد کے مذہب کے موافق نماز درست ہوگئی تو یہی اُس کو
کافی ہوگی دوبارہ پڑہنا واجب نہوگا تمام ہوا قول بحر
الرائق کا۔ اور بیضاوی کی منہاج کی شرح مؤلفہ ابن
امام کاملیہ مین ہو کہ جب عامی کو کوئی حادثہ پیش آوے
اور اُس مین کسی مجتہد سے فتوی دریافت کرکے اُس مجتہد
کے فتوی کے موافق اُس حادثہ مین عمل کرے تو اُسکو اُس
حادثہ خاص مین اُس مجتہد کے حکم سے دوسرے مجتہد کے فتوی
کی طرف بالاجماع رجوع کرنا جائز نہین چنانچہ ابن حاجب اور
دوسرے علما نے اُسکو لکھا ہے اور جمع الجوامع مین اس بارہ
مین خلاف ہے۔ اور اگر عمل کرنے سے پہلے رجوع کرنا چاہے
تو نووی نے کہا کہ مختار وہ صورت ہو کہ خطیب وغیرہ نے
لکھی ہے کہ اگر وہان کوئی دوسرا مفتی نہو تو اُس پر عمل کرنا
بمجرد مفتی کے فتوی دینے کے لازم ہوگا اگرچہ اُس کے
دل کا اطمینان نہو اور اگر وہان کوئی دوسرا مفتی بھی ہو

انه كان يقول اذا صح الحديث فهو
مذهبي وفي رواية اذا رأيتم كلامي
يخالف الحديث فاعملوا بالحديث واضربوا
بكلامي الحائط وقال يوما للمزني يا
ابراهيم لا تقلدني في كل ما اقول
وانظر في ذلك لنفسك
فانه دين وكان رحمة الله
عليه يقول لا حجة في قول
احد دون رسول الله صلى
الله عليه وآله وسلم
وان كثروا ولا في قياس و
لا في شيء ما وعليكم
بالاطاعة لله ورسوله بالتسليم
وكان الامام احمد يقول ليس
لاحد مع الله ورسوله كلام
وقال ايضا لرجل لا تقلدني ولا
تقلدن مالكا ولا الاوزاعي ولا النخعي
ولا غيرهم وخذ الاحكام من
حيث اخذوا من الكتاب والسنة
انتهى ثم نقل عن جماعة عظيمة من علماء المذاهب
انهم كانوا يعملون ويفتون بالمذاهب من غير
التزام مذهب معين من زمن اصحاب
المذاهب الى زمانه على وجه

کہ وہ کہا کرتے کہ جب حدیث ثابت ہو جاتا تو وہی
میرا مذہب ہے اور ایک روایت میں یہ ہے کہ جب تم
میرے کلام کو دیکھو کہ حدیث کے مخالف ہے تو حدیث
پر عمل کرو اور میرے کلام کو دیوار پر مارو اور ایک روز
مزنی سے کہا کہ اے ابراہیم جو کچھ میں کہوں تو ہر بات
میں میری تقلید مت کر بلکہ تقلید کرنے میں اپنی
نجات کا فکر ملحوظ رکھ کہ یہ دین ہے اور یہ بھی آپ
کہا کرتے کہ کسی کے کلام میں حجت نہیں سوائے رسول خدا
صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے اگرچہ کہنے والے بہت
ہوں اور نہ کسی قیاس میں اور نہ کسی دوسری چیز میں
حجت ہے اور تمکو لازم ہے کہ فرمانبرداری خدا تعالیٰ
اور انکے رسول کی انقیاد کے ساتھ بجا لاؤ۔ اور
امام احمد رح کہا کرتے کہ کسی کو حکم خدا اور اسکے رسول
کے ساتھ کلام کی گنجایش نہیں اور نیز ایک شخص سے
آپنے کہا کہ تو نہ میری تقلید کر نہ مالک کی نہ اوزاعی
کی نہ نخعی کی نہ انکے سوا کسی اور کی اور احکام کو اسی
جگہ سے حاصل کر جہاں سے قرآن و حدیث میں سے
ان لوگوں نے حاصل کیے تمام ہوا بیان عبدالوہاب کا
پھر عبدالوہاب نے علماء مذاہب کی بڑی جماعت کا
حال بیان کیا ہے کہ ائمہ مذاہب کے وقت سے لیکر
عبدالوہاب کے وقت تک انکا دستور یہ تھا کہ مذاہب کے
بموجب عمل کرتے تھے اور فتوی دیتے تھے بدون اسکے
کہ کسی مذہب معین کا التزام ہوا اور یہ بیان اسی طرح کیا ہے

وفي كتاب زبد لابن رسلان س
والشافعي ومالك ونعمان
واحمد بن حنبل وسفيان
وغيرهم من سائر الائمة
على هدى والاختلاف رحمة
وفي شرح غاية البيان لو اختلف جواب مجتهدين
متساويين فالاصح ان المقلد ان يتخير بقول
من شاء منهما وقدمنا في التحفة في هذه المسئلة
باب ۵ وهذا الذي ذكرناه من الامر
بين الامرين هو الذي مشى عليه
جماهير العلماء من الاخذين
بالمذاهب الاربعة ووصى به ائمة
المذاهب اصحابهم قال الشيخ عبد الوهاب
الشعراني في اليواقيت والجواهر روى
عن ابي حنيفة انه كان يقول لا ينبغي لمن لم
يعرف دليلي ان يفتي بكلامي وكان رض اذا افتى
يقول هذا رأي النعمان بن ثابت يعني نفسه
وهو احسن ما قدرنا عليه فمن جاء باحسن منه فهو
اولى بالصواب وكان الامام مالك يقول
ما من احد الا وما خوذ من كلامه
ومردود عليه الا رسول الله صلى
الله عليه وسلم وروى الحاكم
والبيهقي عن الشافعي

اور کتاب زبد ابن رسلان مین دو شعر ہین جنکا ترجمہ
یہ ہی سو ابو حنیفہ اور مالک شافعی ؛ احمد بن حنبل
اور سفیان بھی ؛ اور ائمہ باقی حق پر ہین تمام
؛ اختلاف انکا ہے رحمت والسلام ؛ اور اس
کتاب کی شرح غایۃ البیان مین ہی کہ اگر برابر کے
دو مجتہدون کا جواب مختلف ہو تو صحیح تر یہ ہی کہ مقلد
کو جائز ہی کہ ان دونون مین سے جسکا قول چاہی پسند کرے
اور اس مسئلہ مین جو مضمون تحفہ مین تھا تفسیر گذر چکا۔
پانچوان باب۔ تقلید مین اعتدال رکھنے کے بیان مین
اور یہ جو ہم نے تقلید کا حال لکھا افراط اور تفریط
کے درمیان ہی یہ وہ طریق ہے جسپر جمہور علما چارون
مذہب کے پابند چلے ہین اور مذہب کے ائمہ نے اپنے شاگردون
کو اسی کی وصیت کی ہے چنانچہ شیخ عبد الوہاب شعرانی
نے یواقیت وجواہر مین بیان کیا ہی کہ امام ابو حنیفہ رح
سے مروی ہے کہ یون کہا کرتے کہ جس شخص کو میری دلیل
معلوم نہین اسکو نہین چاہئے کہ میرے کلام سے فتوی
دے اور جب آپ فتوی دیتے تو یون کہتے کہ یہ تجویز نعمان بن
ثابت کی یعنی میری ہے اور جسقدر ہمکو معلوم تہا اسمین
سے اچھی ہے تو اگر کوئی شخص اس سے بھی بہتر کہے تو
اس کا قول زیادہ تر صواب ہوگا ۔ اور امام مالک رح کہا
کرتے کہ کوئی ایسا نہین جو اپنی گفتگو کی وجہ سے ماخوذ نہو
اور اسکا کلام اسپر رد نہ کیا جاوے بجز رسول خدا صلی اللہ
علیہ وسلم کے۔ اور حاکم اور بیہقی نے امام شافعی سے روایت کیا

وذهب قوم الى انه يلزمها الخروج مع
جماعة النساء وهو قول مالك والشافعي
والاول اولى بظاهر الحديث قال
البغوي في حديث بروع بنت
واشق قال الشافعي رحمة الله عليه
فان كان ثبت حديث بروع بنت
واشق فلا حجة في قول احد
دون النبي صلى الله عليه واله وسلم
فقال مرة عن معقل بن يسار و
مرة عن معقل بن سنان ومرة
عن بعض اشجع وان لم يثبت فلا
مهر لها ولها الميراث انتهى
وقال الحاكم بعد حكاية قول الشافعي
ان صح حديث بروع بنت واشق
قلت به ان بعض مشايخه قال لو
حضرت الشافعي لقمت على رؤس اصحابه
وقلت قد صح الحديث فقل به انتهى
قول الحاكم وهكذا توقف
الشافعي في حديث بريدة الاسلمي
في اوقات الصلوة
وصح الحديث عند مسلم
فرجع جماعات من المحدثين
وهكذا في المعصفر

اور کچھ علما اس طرف گئے ہین کہ اُس عورت کو
عورتون کے ساتھ سفر کرنا حج کے لیئے لازم ہی اور
امام مالک اور شافعی رہ کا یہی قول ہی اور قول اول
اولی ہی بوجہ موافقت ظاہر حدیث کے۔ نیز بغوی نے
حدیث بروع بنت واشق کے بارہ مین ذکر کیا کہ امام
شافعی رہ نے کہا ہی کہ اگر حدیث بروع بنت واشق
کی ثابت ہی تو کسی کے قول مین بجز پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم
کے حجت نہین اس حدیث کی سند مین اضطراب ہے کہ
راوی کبھی کہتا ہی معقل بن یسار سے اور کبھی معقل بن
سنان سے اور کبھی بعض اشجع سے اور اگر حدیث مذکور
ثابت نہین تو ایسی عورت کو مہر نملیگا مگر شوہر سے
میراث پاویگی بغوی کا قول تمام ہوا۔
اور حاکم نے اوّل قول امام شافعی کا نقل کیا کہ اگر
حدیث بروع بنت واشق کی صحیح ہو تو مین اسکا قائل
ہو جاؤن اُسکے بعد کہا کہ میرے بعض اساتذہ نے
کہا تھا کہ اگر مین امام شافعی کے پاس ہوتا تو اُنکے
شاگردونکے مجمع کے سامنے کھڑا ہو کر اُنسے کہتا کہ
حدیث بروع کی صحیح ہو چکی اب اُس کے قائل ہو جیے
حاکم کا قول ختم ہوا۔ اور اسی طرح امام شافعی
نے بریدہ اسلمی کی حدیث مین توقف کیا جو نماز کے
اوقات کے بارہ مین ہی اور حدیث مذکور مسلم کے نزدیک
صحیح ٹھہری اسلیے بہت سے محدثین کی جماعتون نے
توقف سے رجوع کیا۔ اور اسیطرح کسم کے رنگے میں

يقتضي كلامه انّ ذلك امر لم يزل العلماء
عليه قديما وحديثا حتى صار بمنزلة
المتفق عليه فصار سبيل المسلمين الذي
لا يصح خلافه ولا حاجة لنا بعد
ما ذكره وبسطه الى نقل الاقاويل
ولكن لا باس ان نذكر بعض
ما نحفظه في هذه الساعة قال البغوي
في مفتتح شرح السنة واني في اكثر
ما اوردته بل في عامته متبع الا القليل
الذي لاح لي بنوع من الدليل
في تاويل كلام محتمل او ايضاح
مشكل او ترجيح قول على اخر وقال في
باب الدعاء الذي يستفتح به
الصلوة بعد ما ذكر التوجيه وسبحانك
اللهم وقد روي غير هذا من الذكر في
افتتاح الصلوة فهو من الاختلاف المباح
فبايها استفتح جاز وقال في باب المرأة
لا تخرج الا مع محرم وهذا الحديث يدل
على ان المرأة لا يلزمها الحج اذا لم تجد
رجلا ذا محرم يخرج معها وهو قول
النخعي والحسن البصري وبه
قال الثوري واحمد واسحاق
واصحاب الرأي

کہ اس کا کلام اس بات کو مقتضی ہے کہ یہ بات ایسی ہے کہ
علماء سلف اور حال کے ہمیشہ سے اسی پر ہیں یہاں تک
کہ یہ بات گویا متفق علیہ اور مسلمانوں کی راہ ٹھہر گئی کہ اس کے
خلاف کرنا درست نہیں اور چونکہ عبدالوہاب نے اس بیان
کا ذکر بسط کے ساتھ کیا ہے تو ہمکو اقوال علماء اس باب میں نقل
کرنیکی ضرورت نہیں لیکن اسوقت جو کچھ ہمکو یاد ہے تو اسمیں
سے کسیقدر ذکر کرنے کا مضائقہ نہیں۔ بغوی نے شرح
السنہ کے شروع میں کہا ہے کہ میں اپنے اکثر بیان بلکہ سب
بیانوں میں دوسروں کا تابع ہوں بجز مقدار قلیل کے کہ مجکو
کسی کلام محتمل کے باب میں کسی قسم کی دلیل سے سوجھی
ہے یا لفظ مشکل کے واضح کرنے یا ایک قول کو دوسرے پر
ترجیح دینے میں حیطہ تحریر میں آئی۔ اور شرح السنہ کے
اس باب میں جسمیں وہ دعائیں ہیں جنسے نماز شروع کیجاتی ہے
اول انی وجہت الخ اور سبحانک اللہم الخ ذکر کیا اور یہ کہا
کہ حدیث میں نماز کے شروع میں ان کے سوا اور ذکر بھی مروی
ہیں اور یہ کئی طرح کا ذکر مباح اختلاف کی قسم کا
ہے جونسے ذکر سے نمازی نماز شروع کریگا جائز ہوگا۔
اور اس باب میں جسکا عنوان یہ حدیث ہے کہ عورت
بدون محرم کے ساتھ لئے سفر نہ کرے کہا ہے کہ یہ حدیث
اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ عورت کو حج کرنا لازم نہیں
اس صورت میں کہ اس کو کوئی مرد محرم ایسا میسر نہ ہو کہ
عورت مذکورہ کے ہمراہ جاوے اور نخعی اور حسن بصری کا
یہ قول ہے اور ثوری احمد اسحق اور اصحاب الرای بھی اسکے قائل ہیں

والاذعان للحق احق من المراء انتهى
كلام الزمخشري وهذا الجنس من
مواخذات العلماء على ائمتهم لاسيما مواخذات
المحدثين اكثر من ان يحصى وقد حكى لي شيخي الشيخ
ابو طاهر الشافعي عن شيخه الشيخ
حسن العجيمي الحنفي انه كان يامرنا
ان لا نشدد على نسائنا في النجاسة
القليلة لما يلحقنا الحرج الشديد
ويامرنا ان ناخذ في ذلك بمذهب ابي حنيفة
في العفو عما دون قدر الدرهم وكان
شيخنا ابو طاهر يرتضي هذا القول
ويقول به في الانوار انما يحصل
اهلية الاجتهاد بان يعلم امورا الاول
كتاب الله تعالى ولا يشترط العلم بجميعه
بل بما يتعلق بالاحكام ولا يشترط حفظه
بظهر القلب الثاني سنة رسول الله صلى
الله عليه واله وسلم لا يتعلق بالاحكام
لا جميعها ويشترط ان يعرف منهما الخاص والعام
والمطلق والمقيد والمجمل والمبين والناسخ
والمنسوخ ومن السنة المتواتر والاحاد والمرسل
والمسند والمتصل والمنقطع وحال الرواة
جرحا وتعديلا الثالث اقاويل علماء
الصحابة فمن بعدهم

اور حق بات کو مان لینا جھگڑے کی نسبت بہتر
ہے تمام ہوئی تقریر زمخشری کی۔ اور علما کی اس قسم
کی گرفتین اپنے اماموں پر خصوص محدثوں کی
گرفتین حد شمار سے زیادہ ہیں۔ اور مجھسے میرے استاد
علامہ ابو طاہر شافعی نے اپنے استاد شیخ حسن عجیمی
حنفی سے نقل کی کہ وہ ہمکو فرماتے کہ ہم اپنی عورتوں پر
تھوڑی سی نجاست کے بارہ میں تشدد نہ کریں کیونکہ
بڑی دقت ہوتی ہے اور ہمکو یہ بھی فرماتے کہ اس بارہ
میں امام ابو حنیفہ کا مذہب اختیار کریں کہ نجاست
درہم سے کم معاف ہے اور ہمارے استاد ابو طاہر شیخ
حسن کے اس قول کو پسند کرتے تھے اور اسی پر عامل تھے
انوار میں مذکور ہے کہ اجتہاد کی لیاقت کئی باتوں کے
جاننے پر منحصر ہے۔ اول قرآن شریف کا جاننا اور
سارے قرآن کا جاننا شرط نہیں بلکہ جسقدر احکام سے
متعلق ہے اور نہ یہ شرط ہے کہ اسکو زبان یاد کرلے
دوسرے حدیث رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی جو
متعلق احکام ہو سب کا جاننا شرط نہیں اور شرط ہے کہ
دونوں یعنی قرآن اور حدیث کے خاص اور عام اور مطلق
اور مقید اور مجمل اور مبین اور ناسخ اور منسوخ کو جانے
اور حدیث کے اقسام متواتر اور آحاد اور مرسل اور مسند
اور متصل اور منقطع سے اور نیز راویوں کے حالات سے
بلحاظ مطعون اور صادق ہونے کے واقف ہو۔
تیسرے صحابہ اور ان کے بعد کے علما کے اقوال کا جاننا

استدرك البيهقي على الشافعي بحديث
عبد الله بن عمرو واستدرك الغزالي
على الشافعي في مسئلة نجاسة
الماء اذا كان دون القلتين في
كلام كثير مذكور في الاحياء والنووي
وجه ان بيع المعاطاة جائز على
خلاف نص الشافعي واستدرك
الزمخشري على ابي حنيفة في بعض
المسائل منها ما قال في آية التيمم من
سورة المائدة قال الزجاج الصعيد
وجه الارض ترابا كان او غيره
وان كان صخرا لا تراب عليه فلو ضرب
المتيمم يده عليه ومسح لكان ذلك
طهوره وهو مذهب ابي حنيفة فان قلت
فما تصنع بقوله تعالى في سورة المائدة
فامسحوا بوجوهكم وايديكم منه اي بعضه
وهذا لا يتاتى في الصخر الذي
لا تراب عليه قلت قالوا ان من لابتداء الغاية
فان قلت قولهم انها لابتداء الغاية قول
متعسف ولا يفهم من قول العرب مسحت
برأسه من الدهن ومن التراب ومن الماء
الا معنى التبعيض قلت
هو كما تقول

بیہقی نے امام شافعی پر عبد اللہ بن عمرو رض کی حدیث سے
اعتراض کیا ہے اور امام غزالی نے امام شافعی پر پانی کی
ناپاکی کے مسئلہ میں جبکہ قلتین سے کم ہو ایک بڑی تقریر میں
اعتراض کیا ہے وہ تقریر احیاء العلوم میں مذکور ہے۔ اور نووی
نے اس مسئلہ کی دلیل لکھی کہ بیع معاطاۃ یعنی بدون ایجاب
و قبول زبانی کے قیمت بائع کو دینا اور اُس سے چیز لے لینا جائز
ہے باوجود یکہ یہ جواز تصریح امام شافعی کے خلاف ہے۔ اور
زمخشری نے امام ابو حنیفہ پر بعض مسائل میں اعتراض کیا ہے
انہیں سے ایک یہ ذکر کیا ہے کہ سورۂ مائدہ کی آیت تیمم کی تفسیر
میں زجاج نے کہا ہے کہ صعید سے غرض سطح زمین ہے خواہ
خاک ہو یا دوسری چیز اگرچہ پتھر ہو جسپر خاک نہو تو اگر تیمم
کنندہ پتھر پر ہاتھ مار کر مونھ اور ہاتھوں پر مسح کریگا تو
یہ مسح اُسکا پاک کنندہ یعنی تیمم ہو جائیگا اور یہ مذہب امام
ابو حنیفہ کا ہے پس اگر تم اُسنے یوں کہو کہ آیہ سورۂ مائدہ
میں تو فامسحوا بوجوہکم وایدیکم منہ ہے اور منہ سے غرض
یہ ہے کہ کچھ اُسمیں سے تو بیان کیا کروگے کیونکہ یہ صورت
اُس پتھر میں جسپر خاک نہو بن نہیں پڑتی تو ہم یہ جواب
دینگے کہ علما نے کہا ہے کہ من معنی بعض نہیں بلکہ ابتدا ر
غایت کیلیے ہے اب اگر یہ کہو کہ علما کا من کو ابتدا ر غایت کے
لیے کہنا ضعیف قول ہے عرب کے ایسے محاورے کہ مثلا بولیں
مسحت برأسی من الدہن ومن التراب ومن الماء یہی معنی سمجھ
میں آتے ہیں کہ میں نے اپنے سر میں ان اشیا میں سے کچھ ملا
یعنی من معنی بعض سمجھا جاتا ہے تو ہم کہینگے کہ جیسا تم کہتے ہو ویسے ہی

ومن شرط الاجتهاد معرفة
اصول الاعتقاد قال الغزالی ولا
یشترط معرفته علی طرق
المتکلمین بادلتها التی یحررونها
ومن لا یقبل شهادته من المبتدعة
لا یجوز تقلیده القضاء وکذا تقلید من
لا یقول بالاجماع کالخوارج
او باخبار الآحاد کالقدریة
او بالقیاس کالشیعة وفی الانوار
ولا یشترط ان یکون المجتهد مذهبیا
واذا دونت المذاهب جاز للمقلد
ان ینتقل من مذهب الی مذهب
عند الاصولیین ان عمل به فی حادثة فلا
یجوز فیها ویجوز فی غیرها وان لم
یعمل جاز فیها وفی غیرها ولو قلد
مجتهدا فی مسائل وآخر فی
مسائل جاز وعند
الاصولیین لا یجوز ولو اختار
من کل مذهب
الاهون قال ابو اسحاق
یفسق وقال ابن
ابی هریرة لا ورجح فی بعض
الشروح وفی الانوار

اور ایک شرط اجتہاد اصول اعتقاد کا جاننا ہے
امام غزالی نے کہا کہ اعتقاد کا جاننا متکلمون کے
طور پر شرط نہین کہ ہر ایک عقیدہ کی دلیل لکھتے
ہین۔ اور جن بدعتیون سے ایسے شخص کو قاضی کرنا
درست نہین جسکی گواہی مقبول نہو اور علی ہذا القیاس
ایسے کو قاضی کرنا جو اجماع کا قائل نہو جیسے فرقہ
خوارج کا یا آحاد حدیثون کا قائل نہو جیسے فرقہ قدریہ
اور یا قیاس کا منکر ہو جیسے رافضی ہین۔ اور انوار
مین ہے کہ یہ شرط نہین کہ مجتہد کا کوئی مذہب قلم بند ہو
اور جب مذاہب لکھے گئے تو مقلد کو جائز ہے کہ ایک مذہب
سے دوسرے کیطرف چلا جاوے اور اصولیون کے نزدیک
کسی معاملہ مین اگر ایک مذہب کے موجب عمل کر چکا
ہے تو اس معاملہ مین انتقال دوسرے مذہب کیطرف
جائز نہین لیکن سوا دوسرے معاملہ مین درست ہے اور
اگر اول مذہب کے موجب اس معاملہ مین عمل نہین کیا
تو اُسمین اور دوسرے معاملہ مین دونون مین انتقال جائز ہے
اور اگر چند مسائل مین ایک امام کی تقلید کی اور
چند دوسرون مین دوسرے امام کی تو درست ہے
اور اصولیون کے نزدیک درست نہین۔ اور اگر
ہر مذہب مین سے زیادہ آسان اختیار کیا تو ابو اسحق
کہتے ہین کہ ایسا شخص فاسق ہو جاتا ہے اور ابن
ابی ہریرہ نے کہا کہ فاسق نہین ہوتا اور بعض شرحون مین
اسی قول کو ترجیح دی ہے۔ اور یہ بھی انوار مین ہے

اجماعا واختلافا الرابع القياس جليه
وخفيه وتمييز الصحيح من الفاسد
الخامس لسان العرب لغة واعرابا و
لا يشترط التبحر في هذه العلوم بل يكفي
معرفة جمل منها ولا حاجة ان يتتبع
الاحاديث على تفرقها بل يكفي ان
يكون له اصل مصحح يجمع احاديث
الاحكام كسنن الترمذي والنسائي
وغيرهما كابي داؤد ولا يشترط ضبط
جميع مواضع الاجماع والاختلاف بل يكفي
ان يعرف في المسئلة التي يقضي
فيها ان قوله لا يخالف الاجماع
بان يعلم انه وافق بعض المتقدمين
او يغلب على ظنه انه لم يتكلم
الاولون فيها بل تولدت في
عصره وكذا معرفة الناسخ والمنسوخ وكل حديث
اجمع السلف على قبوله او تواترت
اهلية رواته فلا حاجة الى البحث عن عدالة
رواته وما عدا ذلك يبحث عن عدالة رواته
واجتماع هذه العلوم انما اشترط في المجتهد
المطلق الذي يفتي في جميع ابواب
الشرع ويجوز ان يكون
مجتهدا في باب دون باب

اس اعتبار سے کہ کونسا قول اجماعی ہو اور کونسا اختلافی
چوتھے قیاس ہے کہ اسکے ظاہر اور خفی کو جانے اور صحیح کو فاسد
سے جدا کرنا پہچانے - پانچوین زبان عرب کا جاننا بلحاظ لغت
اور ترکیب کے اور ان سب علوم مین نہایت درجہ کا ماہر
ہونا شرط نہین بلکہ ان مین سے مقدار شایستہ کا جاننا کافی
ہے اور نہ یہ حاجت ہو کہ سب احادیث متفرق کی جستجو کرے
بلکہ اُسکے پاس ایسی کتاب صحیح کا ہونا کافی ہو جو احکام
کی حدیثون کو حاوی ہو مثلاً سنن ترمذی اور نسائی اور
ان کے سوا جیسے ابو داؤد ہے - اور نہ یہ شرط ہو کہ اجماع
اور اختلاف کی سب جگہون کو لکھ لے بلکہ یہ کافی ہے کہ
جس مسئلہ مین حکم کرے اُس مین یہ جان لے کہ میرا قول
اجماع کے مخالف نہین اسطرح پر کہ معلوم کر لے کہ میرا
قول بعض متقدمین کے قول کے موافق پڑا یا اُسکے گمان پر
غالب ہو کہ پہلے لوگون نے اس مسئلہ مین کلام نہین کیا
بلکہ یہ واقعہ میرے ہی زمانے مین پیدا ہوا ہے - اور اسیطرح
ناسخ اور منسوخ کے جاننے کا حال ہو کہ سب کا ضبط کرنا شرط
نہین - اور جس حدیث کے قبول کرنے پر سلف نے اجماع
کیا ہو اور اُس کے راویون کا عادل ہونا درجہ تواتر کو
پہونچ گیا ہو تو اُسکے راویون کی عدالت مین اب کرید کی
حاجت نہین اور اس قسم کے سوا کی حدیث کے راویون کی
عدالت تحقیق کیجائے - اور ان علوم پنجگانہ کا اجماع صرف
ایسے مجتہد مطلق مین شرط ہے کہ شریعت کے تمام ابواب مین
فتوی دے اور ہو سکتا ہو کہ کسی باب مین مجتہد ہو کسی مین نہو

والمرجح عند الفقهاء ان العامی المنتسب
الی مذهب له مذهب ولا یجوز
له مخالفته ولو لم یکن منتسبا
الی مذهب فهل یجوز ان یتخیر و
یقلد ای مذهب شاء فیه خلاف
مبنی علی انه یلزمه التقلید بمذهب
معین ام لا فیه وجهان قال
النووی والذی یقتضیه
الدلیل انه لا یلزمه بل یستفتی من شاء
او من اتفق لکن من غیر تلقط للرخص
فی کتاب ادب القاضی من فتح
القدیر واعلم ان ما ذکر المصنف فی
القاضی ذکر فی المفتی فلا یفتی الا
المجتهد وقد استقر رأی الاصولیین
علی ان المفتی هو المجتهد فاما غیر
المجتهد ممن یحفظ اقوال المجتهد
فلیس بمفتی والواجب علیه اذا سئل
ان یذکر قول المجتهد علی طریق الحکایة
کابی حنیفة علی جهة
الحکایة فعرف ان ما یکون فی
زماننا من فتوی الموجودین
لیس بفتوی بل هو نقل
کلام المفتی

اور قول مرجح فقہا کے نزدیک یہ ہے کہ جو عامی
کسی مذہب کیطرف منسوب ہو اسکا مذہب وہی ہے
اور اسکو مخالفت کرنی اس مذہب کی جائز نہیں ہے
اور اگر عامی کسی مذہب کیطرف منسوب نہو تو
یہ سوال ہے کہ اسکو جائز ہے یا نہیں کہ جس مذہب کو
چاہے پسند کرکے اسکی تقلید کرے اس سوال کے
جواب میں خلاف اس بنا پر ہے کہ عامی کے ذمہ تقلید
مذہب متعین کی لازم ہے یا نہیں اس باب میں دو
صورتیں ہیں نووی نے کہا ہے کہ دلیل تو اسبات
کو چاہتی ہے کہ اسکے ذمہ لازم نہیں بلکہ جس سے
چاہے اور جیسے فتوی پوچھ لے بدون اسکے کہ رخصتیں
چھانٹے۔ اور فتح القدیر کی کتاب آداب القاضی میں
ہے کہ معلوم کرنا چاہیے کہ مصنف نے جو امور قاضی
کے حق میں بیان کیے وہی مفتی کے بارہ میں ذکر کیے
اس سے یہ نکلا کہ مجتہد کے سوا کوئی فتوی نہ دے
اور اصولیوں کی رائے اس بات پر جمگئی ہے کہ مفتی
مجتہد ہی ہوتا ہے اور اگر کوئی شخص مجتہد نہو اور
مجتہد کے اقوال یاد کر لے تو وہ مفتی نہوگا اور
جب اس سے سوال پوچھا جائے تو اسپر واجب ہے
کہ جواب میں مجتہد کا قول بطور حکایت ذکر کرے
جیسے ابو حنیفہ کا قول مثلا بیان کرے۔ اس سے
معلوم ہوا کہ جو فتوی ہمارے زمانہ کے موجود علما کا ہوتا ہے
وہ فتوی واقعی نہیں بلکہ مفتی مجتہد کے کلام کی نقل ہے

ایضا المنتسبون الی مذهب الشافعی
وابی حنیفة ومالك واحمد رحمهم الله
اصناف احدها العوام وتقلیدهم للشافعی
متفرع علی تقلید المنتسب الثانی
البالغون الی رتبة الاجتهاد والمجتهد
لا یقلد مجتهدا وانما ینتسبون الیه لجریهم
علی طریقته فی الاجتهاد واستعمال الادلة
وترتیب بعضها علی بعض الثالث
المتوسطون وهم الذین لم یبلغوا
رتبة الاجتهاد لکنهم وقفوا
علی اصول الامام وتمکنوا من
قیاس ما لم یجدوه منصوصا علی
ما نص علیه وهؤلاء مقلدون
له وکذا من یاخذ بقولهم من العوام
والمشهور انهم لا یقلدون فی انفسهم
لانهم مقلدون وقال ابو الفتح الهروی
وهو من تلامذة الامام مذهب عامة
الاصحاب فی الاصول ان العامی
لا مذهب له فان وجد مجتهدا
قلده وان لم یجده ووجد متبحرا فی
مذهب قلده فانه یفتیه علی مذهب
نفسه وهذا تصریح بانه یقلد
المتبحر فی نفسه

جو لوگ منسوب ہین امام شافعی اور امام ابو حنیفہ اور
امام مالک اور امام احمد کے مذہب کیطرف وہ چند قسم
ہین اول عوام اور انکا تقلید کرنا مثلا امام شافعی کے
کسی مجتہد منتسب کی تقلید کرنیسے پیدا ہوتا ہے - دوسرے وہ
لوگ جو اجتہاد کے رتبہ کو پہونچے ہوئے ہون اور مجتہد دوسرے
مجتہد کی تقلید نہین کرتا تو ایسے لوگ جو شافعی مثلا کہلاتے
ہین صرف اسوجہ کہ امام شافعی کے طریق پر اجتہاد کرنے
اور دلیلون کے استعمال مین لانے اور بعض دلیلون کو
بعض پر مرتب کرنے مین انکے قدم بقدم چلتے ہین -
قسم سوم بیچ کے درجہ کے لوگ کہ درجہ اجتہاد کو نہین پہنچے ہین
لیکن امام کے قواعد سے واقف ہین اور اس بات پر
قادر ہین کہ جس مسئلہ مین حکم حضرت امام کا نپاوین اسکو
اس مسئلہ پر قیاس کرلین جس مین امام نے حکم صریح کیا ہے
تو یہ لوگ امام کے مقلد ہین اور اسی طرح عوام مین سے
وہ لوگ جو انکے قول پر عمل کرین اور مشہور یہ ہے کہ
ایسے لوگون کی بذات خود تقلید نہین کی جاتی کیونکہ وہ خود
مقلد ہین - اور ابو الفتح ہروی نے جو امام اعظم کے تلامذہ
مین سے ہے کہا ہے کہ اکثر ہمارے اصحاب کا مذہب اصول
مین یہ ہے کہ عامی کوئی مذہب نہین رکھتا تو اگر کسی مجتہد
کو پاوے تو اسکی تقلید کرلے اور اگر مجتہد میسر نہو اور کوئی
عالم زبردست مذہب مین ملجاوے تو اسکی تقلید کرے کیونکہ
وہ اسکو اپنے خود کے مذہب پر فتوی دیگا اور یہ تقریر صاف
کہتی ہے کہ عالم نہایت ماہر کی خود کی تقلید کی جاتی ہے

بل يكفيه ان يحكى قولا منها فان
المقلد له ان يقلد اى مجتهد شاء
فاذا ذكر احدهم فقلده حصل
المقصود نعم لا يقطع عليه فيقول
جواب مسئلتك كذا بل يقول
قال ابو حنيفة حكم هذا كذا
نعم لو حكى الكل فالاخذ بما يقع
فى قلبه انه اصوب اولى
والعامى لا عبرة بما يقع فى
قلبه من صواب الحكم
وخطائه وعلى هذا استفتى فقيهين
اعنى مجتهدين فاختلفا عليه
الاولى ان ياخذ بقول من
يميل اليه قلبه منهما وعندى
انه لو اخذ بقول الذى
لا يميل اليه جاز لان
ميله وعدمه سواء
والواجب عليه تقليد
مجتهد وقد فعل اصاب
ذلك المجتهد او اخطأ و
قالوا المنتقل من مذهب الى مذهب
باجتهاد وبرهان اثم يستوجب التعزير
فبلا اجتهاد وبرهان

بلکہ مفتی کو کافی ہے کہ صرف ایک قول کو سب اقوال
مین سے نقل کر دیوے اس لئے کہ فتوی خواہندہ کو
اختیار ہے کہ جس مجتہد کی چاہے تقلید کرے تو جب
فتوی دہندہ ایک مجتہد کا ذکر کریگا اور فتوی خواہندہ
اُسکی تقلید کریگا تو مطلب حاصل ہو جائیگا ان ایک
قول کو قطعی فتوی خواہندہ کے سامنے نہ کہے
کہ تیرے سوال کا جواب قطعا یہ ہی بلکہ یون کہے کہ
مثلا امام ابو حنیفہ نے کہا ہے کہ اس مسئلہ کا حکم یہ ہے
البتہ اگر سب اقوال کو نقل کر دے تو
فتوی خواہندہ کو اس قول پر عمل کرنا بہتر ہے جو اسکے
دل میں زیادہ صواب معلوم ہو اور عامی کا کچھ اعتبار
نہیں کہ اُسکے دل میں حکم کا صواب ہونا اور خطا ہونا
برابر ہے اور اسی بنا پر اگر عامی نے دو عالمون یعنی
مجتہدین سے فتوی پوچھا اور دونون نے جدا جدا جواب
دیا تو بہتر یہ ہے کہ عامی مذکور اُس شخص کا قول اختیار
کرے جسکی طرف دونون سے اُسکا دل میل کرے
اور میرے نزدیک اگر عامی اُس شخص کا قول اختیار
کرے جسکی طرف اُسکا دل مائل نہین تب بھی جائز ہے
کیونکہ عامی کے دل کا مائل ہونا اور نہ ہونا یکسان ہے
اُسپر تو مجتہد کی تقلید واجب ہے وہ کر چکا وہ مجتہد صواب
پر ہو یا خطا پر اور فقہا نے کہا ہے کہ ایک مذہب سے
دوسرے مذہب کی طرف اجتہاد اور دلیل کے ساتھ
گناہ گار ہے اور مستوجب تعزیر ہے اور بلا اجتہاد و دلیل تو پہلے

ليأخذ به المستفتي طريق ونقله
كذلك عن المجتهد احد امرين
اما ان يكون له سند فيه اليه
او يأخذ من كتاب معروف
تداولته الايدي نحو كتب محمد بن
الحسن ونحوها من التصانيف
المشهورة للمجتهدين لانه بمنزلة
الخبر المتواتر عنهم او المشهور هكذا
ذكر الرازي فعلى هذا لو وجد
بعض نسخ النوادر في زماننا لا يحل
رفع ما فيها الى محمد ولا الى ابي يوسف
لانها لم تشتهر في عصرنا في ديارنا ولم
تتداول نعم اذا وجد النقل عن النوادر
مثلا في كتاب مشهور معروف
كالهداية والمبسوط كان ذلك تعويلا على
ذلك الكتاب فلو كان حافظا للاقاويل
المختلفة للمجتهدين ولا يعرف الحجة
ولا قدرة له على الاجتهاد للترجيح
لا يقطع بقول منها ولا يفتي به بل يحكيها
للمستفتي فيختار المستفتي ما يقع
في قلبه انه الاصوب ذكره
في بعض الجوامع وعندي انه
لا يجب عليه حكاية كلها

تاکہ فتوی دریافت کرنیوالا اُس کے موجب عمل کرے۔
اور فتوی دہندہ کے مجتہد کے قول کو ہمیشہ نقل کرنے کا
طور دو باتون مین سے ایک ہوتی ہے یا تو مفتی کے پاس
کوئی سند مجتہد تک اس بارہ مین ہوتی ہے یا اُس قول کو
ایسی کتاب مشہور لوگون مین رائج سے نقل کرتا ہے مثلاً
کتابین امام محمد بن حسن کی اور اُن کے سوا اور مجتہدونکی
ویسی ہی مشہور تصنیفین کہ یہ کتابین اُن لوگون سے بجائے
خبر متواتر یا مشہور کے ہین ایسا ہی ذکر کیا ہے رازی نے
پس اس بنا پر اگر کوئی نسخہ نوادر کا ہمارے زمانہ مین کہیں پاوے
تو اس کے مضمون کو امام محمد یا امام ابو یوسف کیطرف منسوب
کرنا حلال نہ ہوگا کیونکہ وہ کتاب نہ ہمارے زمانہ مین ہمارے
شہرون مین مشہور ہوئی اور نہ ہمارے ہاتھون پڑی ہان
اگر کوئی مسئلہ کتاب نوادر کا کسی کتاب مشہور اور مروج مین
منقول ہے مثلا ہدایہ اور مبسوط مین مذکور ہو تو اس صورت
مین کتاب مذکور پر اعتماد ہوگا۔ اور اگر فتوی دہندہ
مجتہدون کے اقوال مختلف مسئلہ مین یاد رکھتا ہو اور
حجت کسی قول کی نہین جانتا اور نہ اجتہاد پر قادر ہے
کہ کسی قول کو ترجیح دے تو اس صورت مین کسی قول پر
یقین نہ کرے اور نہ کسی کے بموجب فتوی دے بلکہ سب
اقوال کو فتوی خواہندہ کیلیے نقل کر دے کہ وہ اُن مین
سے ایسا قول چھانٹ لے جو اُسکے دل مین صواب تر معلوم
ہو اسکو بعض جوامع کتابونمین ذکر کیا ہے۔ اور میرے
نزدیک یہ ہے کہ اُس پر سب اقوال کا نقل کرنا واجب نہین

وَجَبَ عَمَلُہ بہ والغالب ان مثل ہذہ
الالزامات منہم لکف الناس عن
تتبع الرخص والا اخذ العامی فی کل
مسئلۃ بقول مجتہد اخف علیہ وانا لا
ادری ما یمنع ہذا من النقل والعقل فکون
الانسان متتبع ما ہو اخف علی نفسہ من
قول مجتہد یسوغ لہ الاجتہاد ما علمت
من الشرع ذمہ علیہ وکان
صلی اللہ علیہ وسلم یحب ما خفف عن
امتہ واللہ سبحانہ اعلم بالصواب
انتہی وہذا اخر ما اردنا ایرادہ
فی ہذہ الرسالۃ والحمد للہ اولا ولخرا

تمت

قول کے موجب عمل کرنا اُسپر واجب ہوگا۔ اور غالب یہ ہی کہ
ان جیسی لازم کرنیکی چیزین فقہا کیطرف سے اس غرض سے ہوئین کہ لوگ
رخصتونکی جستجو نکرین ورنہ عامی کے حق مین ہر مسئلہ مین
کسی مجتہد کے قول پر عمل کر لینا اُسپر بہت سہل ہی اور ہمکو معلوم نہین
کہ دلیل نقلی یا عقلی مین سے اس امر کا کون مانع ہی یعنی اگر انسان کسی
مجتہد کے جس کو اجتہاد جائز ہو ایسے قول کی جستجو کرے کہ
اُس کے نفس پر سہل تر ہو تو ہمکو معلوم نہین کہ شرع سے
اس امر پر اُسکی برائی کی ہو حالانکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ
وسلم کا دستور تھا کہ جو باتین آپکی اُمت پر سہولت کی ہون
انہین کو دوست رکھتے تھے اور امر صواب کو خدای پاک زیادہ
جانتا ہی تمام ہوا کلام فتح القدیر کا۔ اور یہ آخر ہی اُس مضمون کا جس کو
ہمنے اس رسالہ مین بیان کرنا چاہا اور خداہی کو سب تعریفین زیبا
ہین ابتدا مین اور انتہا مین

تمت

خاتمۃ الطبع

خدا کے فضل و احسان سے یہ کتاب نادر الوجود یعنی عقد الجید فی احکام
الاجتہاد والتقلید معہ ترجمہ اُردو الموسوم بہ سلک مروارید نہایت
خوبی کے ساتھہ مطبع مجتبائی دہلی مین احقر العباد
محمد عبد الاحد کے اہتمام سے چھپکر
مقبول طبائع خاص و عام
ہوئی

العبد محمد عبد الاحد مالک و مہتمم مطبع مجتبائی دہلی

اولی ولا بد ان یُراد بهذا
الاجتهاد معنی التحرّی وتحکیم
القلب لانّ العامی لیس له اجتهاد
ثم حقیقة الانتقال انما یتحقق
فی حکم مسئلة خاصّة
قلّد فیه وعمل به والّا
فقوله قلّدتُ ابا حنیفة
فیما افتی به من المسائل مثلاً
والتزمتُ العمل به علی الاجمال
وهو لا یعرف صور ها لیس حقیقة
التقلید بل هذا حقیقة تعلیق
التقلید او وعد به کانه التزم
ان یعمل بقول ابی حنیفة فیما یقع له من
المسائل التی تتعیّن فی الوقائع فان
ارادوا هذا الالتزام فلا دلیل
علی وجوب اتباع المجتهد المعیّن
بالزامه نفسه ذلک قولاً او نیّةً
شرعاً بل الدلیل واقتضاء العمل بقول
المجتهد فیما احتاج الیه
بقوله تعالیٰ فاسئلوا اهل الذکر
ان کنتم لا تعلمون والسوال انّما
یتحقق عند طلب حکم الحادثة المعینة
وحینئذٍ اذا ثبت عنده قول المجتهد

جانبوالا بطریق اولیٰ گناہ گار ہوگا — اور ضرور ہے کہ اِس
اجتہاد سے اٹکل اور دل کی پختگی مراد لیجاوے کیونکہ
عامی تو اجتہاد رکھتا ہی نہین - پھر یہ انتقال مذہب
موجب گناہ و تعزیر واقع مین صرف اُس مسئلہ خاص کے
حکم مین ثابت ہوتا ہی جسمین تقلید کرکے اُس حکم پر عمل کرلیا
ہو ورنہ مقلد کا یون کہنا کہ مین نے مثلاً امام ابوحنیفہ کی
تقلید اُن مسائل مین کرلی جنمین اُنھون نے فتویٰ دیا ہی
اور اُن کے فتویٰ کے بموجب عمل کرنا اپنے ذمہ مجمل طور پر
لازم کرلیا حالانکہ مسائل کی صورتین اُس کو معلوم نہین
واقع مین تقلید نہین بلکہ یہ قول زبانی حقیقت مین
تقلید کو مشروط کرنا یا تقلید کا وعدہ کرنا ہے گویا
اُس نے اس بات کا التزام کرلیا کہ جو مسائل معین
واقعات مین مجکو پیش آوین گے اُن مین امام ابوحنیفہ
کے قول پر عمل کرونگا - تو اگر فقہا نے لزوم مذہب
معین سے یہی التزام مراد لیا ہے تو ایک مجتہد معین
کے اتباع کے واجب ہونے پر کوئی دلیل نہین جس
سے زبانی یا نیت مین شرعاً اس اتباع کو مقلد اپنے
ذمہ لازم کرلے بلکہ دلیل اور مجتہد کے قول پر عمل کرنے
کا موجب اُن مسائل مین کہ آدمی کو حاجت پڑے
یہ ارشاد خداوندی ہے فاسئلوا اہل الذکر ان کنتم
لا تعلمون — اور سوال جبھی ہوگا کہ کسی معین
واقعہ مین حکم کی ضرورت ہوا ور اس صورت مین
جب جویندہ کے نزدیک مجتہد کا قول ثابت ہوگا

قرۃ العینین فی تفضیل الشیخین

یہ کتاب حضرۃ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ کی تالیف سے ہے
اس مین خلفائے راشدین کے فضائل اور محامد اور حالات نہایت
شرح وبسط سے لکھے گئے ہین یہ کتاب اپنے اوصاف مین بےمثل ہے
آجتک یہ کتاب مثل عنقا ناپیدا ومانند ہما کمیاب تھی مطبع نے بڑی جستجو
اور تلاش سے حاصل کی اور مولانا محمد احسن صاحب مد ظلہ سے تحشیہ
کرا کر نہایت صحت کے ساتھہ پاکیزہ کاغذ پر چھاپا جو شائقین اس گوہر
بے بہا اور در یتیم کو نقد جان سے زیادہ عزیز سمجھتے تھے تشریف لائین
اور دامن مقصود کو گلہائے مراد سے بھرین ؛

العبـــــــــــــــــد

محمد عبد الاحد مالک و مہتمم مطبع مجتبائی دہلی سنہ ۱۳۱ھ